ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوت
ملتان

۴ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ — اپریل ۲۰۱۰ء

- مولانا سعید احمد جلال پوری اور مولانا عبدالغفور ندیم کی شہادت
- اٹھارہویں آئینی ترمیم: خدشات اور تقاضے
- ''دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا''
- اشتراکیت کے بعد سرمایہ داری کی پسپائی
- اکھنڈ بھارت۔ مرزائیوں کا عقیدہ
- علماء کے قتل میں لسانی جماعت اور قادیانیوں کے ساتھی ملوث ہیں

(انٹرویو: عبداللطیف خالد چیمہ)

اخبارالاحرار

چناب نگر اور لاہور میں
تحفظ ختم نبوت کانفرنسیں

نورِ ہدایت

فرمانِ باری تعالیٰ جل جلالہ

’’آپ برائی کو ایسے برتاؤ سے دور کیجیے جو سراسر اچھا ہو۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ (آپ کے بارے میں) بیان کرتے ہیں۔ اور آپ دعا کیجیے کہ اے میرے رب! میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اے میرے رب میں اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ (شیاطین) میرے پاس آئیں۔‘‘ (المومنون: ۹۶، ۹۸)

فرمانِ نبوی ﷺ

’’عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنے والے حاکم، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دوسرے سب لوگوں سے زیادہ پیارے او رمحبوب ہوں گے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوگا اور (اس کے برعکس) قیامت کے دن وہ اربابِ حکومت اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مبغوض اور سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے جو ظلم اور بے انصافی کے ساتھ حکومت کریں گے۔‘‘ (ترمذی، جد۳، ص ۶۳، رقم ۱۳۳۴)

الآثار

احرار اور اقامتِ حکومتِ الٰہیہ

★ مجلس احرارِ اسلام، کسی وقتی سیاسی وانتخابی مسئلہ کے لیے قیامِ حکومتِ الٰہیہ کے فریضہ کو مؤخر وملتوی کر کے جمہوری کھیل میں شریک نہیں ہوسکتی۔ جو حکومت یا جماعت ملک میں مکمل اسلامی آئین کے نفاذ کا اعلان کردے، مجلس احرار اسلام اس کے ساتھ مکمل تعاون کرے گی۔

★ ہم وقتی مطلب برآری اور بحالی جمہوریت کے لیے ایکسپلائٹیشن کی خواہش مند سیاسی جماعتوں اور محاذوں سے الگ رہیں گے۔

★ احرار...... اپنی فراست وبصیرت، اعتقادی وایمانی اور عملی بساط کے مطابق، قوت واستطاعت کی آخری رمق بھی خرچ کردیں گے مگر اپنی جدوجہد اور تحریک جاری رکھیں گے۔

★ اسلام کے سپاہیوں کو ہر ممکن جدوجہد کے ساتھ اداءِ فرض کا حکم ہے۔ کامیابی وناکامی سب کچھ مولا کریم کی قدرت ومشیت کے ساتھ وابستہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ومشیت پر قابو پانے یا اس کو بدلنے کے شیطانی عقائد وتصورات اور توہمات، فرعونی وپرویزی اور یہودی ونصرانی دعویٰ بازی تو سراسر کفر ہے۔

(جانشین امیر شریعت سید ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ)

(پندرہ روزہ ’’الاحرار‘‘ لاہور، جلد ۴، شمارہ ۳، ۳/۴/۱۹۷۳ء)

ماہنامہ
نقیبِ ختم نبوت
ملتان

جلد 21 شمارہ 4 ربیع الثانی 1431ھ — اپریل 2010ء

Regd.M.NO.32, I.S.S.N.1811-5411

بانی: سید الاحرار حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیرِ سرپرستی
حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

مدیر مسئول
سید محمد کفیل بخاری

رفقائے کار
عبداللطیف خالد چیمہ • پروفیسر خالد شبیر احمد
مولانا محمد مغیرہ • محمد عمر فاروق
قاری محمد یوسف احرار • میاں محمد اویس
مفتی سید صبیح الحسن ہمدانی
سید عطاء المنان بخاری

تزئین
الیاس نبیل، حافظ محمد نعمان سنجرانی

سرکولیشن منیجر
محمد یوسف شاد 0300-7345095

زرِ تعاون سالانہ

اندرونِ ملک	-/200 روپے
بیرونِ ملک	-/1500 روپے
فی شمارہ	-/20 روپے

ترسیل زر بنام ماہنامہ نقیب ختم نبوت

[illegible] 100-5278-1

[illegible] 0278 [illegible] ملتان

رابطہ: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
061-4511961

فہرست

دل کی بات:	اٹھارہویں آئینی ترمیم: خدشات اور تقاضے	مدیر	2
شذرہ:	مولانا سید احمد جلال پوری اور مولانا عبدالغفور ندیم کی شہادت	محمد عابد مسعود	4
دین و دانش:	اللہ اللہ	شاہ بلیغ الدینؒ	6
انٹرویو:	علماء کے قتل میں لسانی جماعت اور قادیانیوں کے ساتھی ملوث ہیں	عبداللطیف خالد چیمہ (انٹرویو: احمد خان)	8
افکار:	''دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا''	کاشف حفیظ صدیقی	12
″	جمہوریت اور اقتدارِ اعلیٰ	پروفیسر خالد شبیر احمد	23
″	اشتراکیت کے بعد سرمایہ داری کی پسپائی	مولانا محمد احمد حافظ	29
شاعری:	اے سرورِ کون و مکاں (نعت)	سید کاشف گیلانی	33
″	غزل	عابد صدیق مرحوم	34
″	غزل	محمد مختار علی	35
″	ملزم ہیں مجرم تو نہیں	حبیب الرحمٰن بٹالوی	36
تحقیق:	امیر معاویہؓ کیا سیدنا عثمانؓ کے وصی تھے؟	پروفیسر محمد حمزہ نعیم	37
ردِّ قادیانیت:	اکھنڈ بھارت۔ مرزائیوں کا عقیدہ	پروفیسر محمود الحسن قریشی	39
نقد و نظر:	سجاد ظہیر کی مہم جوئی: چند مزید حقائق	تشکیل عثمانی	44
تذکرہ:	تاریخ ہائے ولادت و شہادت سید محمد ذوالکفل بخاریؒ	ضیاء الرحمٰن جالندھری	46
طنز و مزاح:	زباں میری ہے بات اُن کی	ساغر اقبالی	47
اخبار الاحرار:	مجلس احرار اسلام پاکستان کی سرگرمیاں	ادارہ	48
ترحیم:	مسافرانِ آخرت	ادارہ	61

www.mahrar.com
majlisahrar@hotmail.com
majlisahrar@yahoo.com

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت مجلس احرار اسلام پاکستان

مقامِ اشاعت: دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل پرنٹرز

Dar-e-Bani Hashim. Mehrban Colony. Multan (Pakistan)

دل کی بات　　　　مدیر

اٹھارہویں آئینی ترمیم: خدشات اور تقاضے

پاکستان کی آئینی ودستوری تاریخ سبق آموز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی۔ ملک بنا تو اُس کو چلانے کے لیے اپنا کوئی دستور نہ تھا۔ پھر پہلی دستور ساز اسمبلی بنی تو علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ اور دیگر علماء کی مخلصانہ جدوجہد سے ''قراردادِ مقاصد'' منظور ہوئی۔ قیامِ پاکستان کے اغراض ومقاصد اور نصب العین دستوری طور پر طے ہوئے اور وطن عزیز نے اپنا آئینی ودستوری سفر شروع کیا۔ دستور ہی ریاست کی بنیاد ہوتا ہے۔ اس پر عمل داری سے نہ صرف ریاست کی شناخت باقی رہتی ہے بلکہ قیام کا جواز بھی برقرار رہتا ہے۔ ترقی کے در وا ہوتے ہیں اور ملک مضبوط و مستحکم ہوتا ہے۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ حکمرانوں نے ملک کے اغراض ومقاصد کو نظر انداز کر کے ذاتی اغراض کی تکمیل اور مفادات کے تحفظ کے لیے دستور کو تختۂ مشق بنایا اور من پسند ترامیم کے ذریعے اس کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا۔ ۱۹۵۶ء اور ۱۹۶۲ء کے دساتیر اس کی واضح مثالیں ہیں۔ سکندر مرزا، ایوب خان اور یحییٰ خان جیسے فوجی آمروں کے ہاتھوں آئین ٹوٹتے، بنتے اور معطل ہوتے رہے۔ ایک طویل جدوجہد کے بعد ۱۹۷۳ء میں سرزمینِ بے آئین کو ایک متفقہ آئین ملا۔ اس آئین کو مکمل طور پر اسلامی سانچے میں ڈھالنے کے لیے ''اسلامی نظریاتی کونسل'' تشکیل دی گئی۔ یہ ایک آئینی ادارہ تھا اور پارلیمنٹ کو آئین میں پابند کیا گیا تھا کہ وہ اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات کی روشنی میں آئین کو اسلام کے قالب میں ڈھال دے۔ لیکن جب عوامی حکومت نے آئین پر ہی عمل نہ کیا تو بے چاری نظریاتی کونسل اور اس کی سفارشات بھی بے اثر ہو کر رہ گئیں۔ ۱۹۷۷ء میں جنرل ضیاء الحق تشریف لے آئے۔ گیارہ سال نفاذِ اسلام کا نعرہ لگایا مگر اسلام نافذ نہ ہوا۔ نواز شریف اور بے نظیر کے ادوارِ حکومت میں بھی وہی ذاتی اغراض ومفادات کے حصول کی جنگ زرگری جاری رہی۔ جنرل پرویز مشرف آئے تو انھوں نے بھی وہی آموختہ دہرایا بلکہ آئین شکنی اور امریکی غلامی کی تمام حدوں کو پار کر گئے۔

آئین میں ترمیم واضافہ کا عمل یقیناً ایک ضرورت ہے۔ اگر ملکی وقومی مفادات کے حصول وتحفظ کے لیے ہو تو ترقی واستحکام کا ضامن اور اگر ذاتی اغراض ومفادات کے لیے ہو تو ہلاکت وبربادی کا ذریعہ۔ اس وقت آئینی اصلاحات کی خصوصی کمیٹی نے اٹھارہویں ترمیم کا مسودہ سپیکر قومی اسمبلی کو پیش کر دیا ہے۔ قوی امکان ہے کہ اسے متفقہ طور پر منظور کر لیا جائے گا۔

آئینی اصلاحات کی تیاری کے اس موقع پر عالمی استعمار اور اس کی ایجنٹ لابیاں حسبِ سابق سرگرم ہیں۔ ۱۹۷۳ء کے اصل آئین کی بحالی کی آڑ میں آئین میں موجود اسلامی دفعات ختم کرنے یا انھیں غیر مؤثر کرنے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ خصوصاً ۱۹۷۴ء میں بھٹو کے دور میں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی آئینی ترمیم، ۱۹۸۴ء کا قانونِ امتناعِ قادیانیت اور قانونِ توہینِ رسالت کے حوالے سے عالمی استعمار کے دیسی گماشتے اچھل کود کر رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں وفاقی وزیر مذہبی امور حامد سعید کاظمی سے قادیانیوں کے وفد کی ملاقات بھی محلِ نظر ہے۔ وزیر مذہبی امور کے بقول ’’یہ ملاقات نو ماہ قبل ہوئی اور اس میں تحفظِ ختم نبوت کا ایشو زیرِ بحث نہیں تھا۔‘‘ سوال یہ ہے کہ:

(۱)　انھوں نے اس ملاقات کو نو مہینے کیوں خفیہ رکھا؟

(۲)　اگر تحفظ ختم نبوت کے قوانین زیر بحث نہیں آئے تو پھر اور کونسا ایشو تھا؟

جناب حامد سعید کاظمی کو اُسی وقت واضح کرنا چاہیے تھا۔ اپنی وزارت کی طرف سے اس ملاقات کی تفصیل ریکارڈ پر لانی چاہیے تھی۔ انھوں نے اس ملاقات کو چھپا کر خود اپنی حیثیت کو مشکوک اور متنازعہ بنالیا ہے۔ انھیں فی الفور قادیانی وفد سے ملاقات کی تفصیل قوم کے سامنے لانی چاہیے۔

۱۹۷۳ء کا آئین اپنی اصل حالت میں ضرور بحال ہونا چاہیے۔ کسی بھی شخص کو لامحدود اختیارات حاصل نہیں ہونے چاہئیں۔ ملکی سلامتی، خودمختاری، پارلیمنٹ کی بالادستی، عدلیہ کی آزادی اور آئین کی عملداری سب درست ہے مگر ہم انتباہ کرتے ہیں کہ اس کی آڑ میں اگر اسلامی قوانین کو چھیڑا گیا تو ایسا طوفان اٹھے گا کہ کچھ باقی نہ رہے گا اور یہ اللہ کا عذاب ہوگا۔ اسلامی دفعات ملک کی نظریاتی شناخت اور جغرافیائی تحفظ کے لیے ناگزیر ہیں۔ ان کو ختم یا غیر مؤثر کرنا عالمِ کفر اور امریکی ایجنڈے کی تکمیل کے مترادف ہے۔

ہمیں امید ہے کہ حکمران اپنے ہوش وحواس برقرار رکھتے ہوئے قیامِ پاکستان کے مقاصد سے انحراف نہیں کریں گے اور آئین کو اسلامی بنانے کے لیے اپنا مثبت کردار ادا کریں گے۔

☆☆☆

مولانا سعید احمد جلال پوری اور مولانا عبدالغفور ندیم کی شہادت

محمد عابد مسعود

گزشتہ سال کا کوئی مہینہ تھا۔عصر کی نماز کے بعد میرے فون کی گھنٹی بجی۔ریسیور اُٹھایا تو آواز آئی: السلام علیکم۔ سعید احمد جلال پوری دفترِ ختمِ نبوت کراچی سے! جسم وروح میں خوشی کی ایک نا قابل بیان کیفیت طاری ہوگئی۔ کہاں میں اور کہاں جامعہ اسلامیہ، بنوری ٹاؤن کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کے علمی وفکری جانشین۔ جواب دیا: جی حضرت! میں محمد عابد مسعود بول رہا ہوں۔فرمایا میں نے آج کے ''نوائے وقت'' میں رفیق ڈوگر کے جواب میں آپ کا مضمون نما خط پڑھا۔بھئی جی چاہا کہ اپنی خوشی کا اظہار براہ راست آپ سے کروں۔فرمایا: کیا کرتے ہو؟ حضرت مزدوری کرتا ہوں اور فکری طور پر ختمِ نبوت کے کام سے وابستہ ہوں۔مجلس احرارِ اسلام سے تعلق ہے۔ یہ تو کمال ہوگیا ہم تو ایک ہی خاندان کے نکلے۔ بھائی رابطہ رہنا چاہیے۔آپ مجھے اسی نمبر پر فون کر سکتے ہیں جی بہت اچھا حضرت! یہ میرا حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری سے پہلا رابطہ تھا۔وہ علم وفضل کی جس مسند پر فائز تھے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے انھیں اس کے تمام آداب اور تقاضوں سے نہ صرف آشنا فرمایا تھا بلکہ انھیں نبھانے کا بھی وافر سلیقہ عطا فرمایا تھا۔مزاج بھائی احمد معاویہ کے بقول ایک ایکسیڈنٹ کے بعد یکسر ملائم ہوگیا تھا مجھے حضرت سے بالمشافہ ملاقات کا شرف تو حاصل نہ ہوسکا، مگر فون پر درجنوں مرتبہ اُن سے تبادلہ خیالات اور رہنمائی کا موقع میسر آیا۔جدید دور کے تمام فتنوں پر ان کی گہری نظر تھی۔وہ زبان اور بیان سے ان کے رد میں ہر وقت مصروفِ عمل رہتے تھے۔انتہائی سلیس اور شستہ اسلوب تحریر انھیں عطا ہوا تھا۔ دھیمے لہجے میں مدلل بات کرنے والے وہ شاید چند گنے چنے لوگوں میں سے تھے۔آخری مہینوں میں تو قلم بہت رواں ہوگیا تھا۔فرماتے تھے کہ کسی خاص تیاری کے بغیر محض یادداشت کی بنیاد پر لکھ دیتا ہوں اور جو کچھ وہ صرف یادداشت کی بنیاد پر لکھ دیتے تھے۔اُسے کسی نے دیکھنا ہو تو 'ہفت روزہ ختمِ نبوت'' کراچی کی فائلوں پر نظر ڈالے۔گوہر شاہی فتنہ، انکارِ حدیث کا فتنہ اور جدیدیت وروشن خیالی کے نام پر اسلام میں تحریف کا فتنہ سب اُن کے حقیقت رقم قلم کی زد میں تھے۔آخری فتنہ جس کا انھوں نے تعاقب فرمایا وہ مشہور زمانہ ''یوسف'' کذاب کے ''خلیفہ'' اور جانشین زید حامد کا فتنہ ہے۔اُن کی تحریر اس موضوع پر نہ صرف دینی رسائل میں چھپی بلکہ روزنامہ ''اسلام'' میں اس موضوع پر ان کی طبع شدہ تحریروں میں شاید آخری

تحریر تھی۔ اسی فتنے کا تعاقب ان کی شہادت کا ذریعہ بنا۔ کراچی، خاص طور پر جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن اور تحفظ ختم نبوت کے کام سے وابستہ شخصیات استعماری طاقتوں کا ہدف ہیں۔ ایک لمبی فہرست ہے شہداء کی۔ صرف اس دن کراچی میں شہید ہونے والے علماء کی تعداد نصف درجن کے قریب ہے اہل سنت والجماعت کے مرکزی رہنما مولانا عبدالغفور ندیم بھی اس روز زخمی ہوکر چند روز بعد شہید ہوئے اور یہ دونوں بزرگ جہاں خود شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے، وہاں اپنے ایک ایک صاحبزادے کو بھی اپنے ساتھ شہادت کی مبارک مسند پر فروکش فرمایا۔ کسی نے ان بزرگوں کے ساتھ کراچی کے عوام کا والہانہ پن اور عقیدت دیکھنی ہو تو وہ ان حضرات کے جنازوں میں عوام کی شرکت کی تصاویر دیکھے۔ نام لکھوں تو کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ عراق کی طرح اہل علم وفضل سے پاکستان خصوصاً کراچی کو خالی کرنے کا عالمی منصوبہ ہے۔ ہر پڑھے لکھے اور دینی ذہن رکھنے والے متحرک آدمی کو راستے سے ہٹا دیا جائے، یہی ایجنڈا ہے، نہ جانے ہماری آنکھیں کب کھلیں گی اور کب ہم دشمن کی چالوں کو سمجھ کر یک جہتی اور اتحاد کی شکل میں انکا توڑ کر سکیں گے۔ ہم جہاں ان سطور کے ذریعے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے بزرگوں اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کے ذمہ داران خصوصاً حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر حفظہ اللہ تعالیٰ، علماء اور طلباء سے تعزیت کا اظہار کرتے ہیں وہاں ہم خود کو بھی اس حادثہ کے موقع پر تعزیت کا مستحق سمجھتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل عطاء فرمائے اور شہدا کے درجات بلند فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

☆☆☆

اللہ اللہ

شاہ بلیغ الدینؒ

ڈاکٹر آپریشن کے لیے تیار کھڑا تھا اور مریض میز پر لیٹا ہوا تھا۔ مریض کے پیر میں ایک ایسا زہریلا ناسور تھا کہ اُس کا پیر ٹخنوں سے کاٹ دینا ضروری تھا۔ ڈاکٹر نے خوب اچھی طرح دیکھ بھال کے اپنی ماہرانہ رائے دی۔ مریض نے جواب دیا— بسم اللہ! پیر کاٹ دیجیے! ڈاکٹر نے آپریشن کی تیاری شروع کی تو مریض سے کہا کہ — یہ پیالہ میں نے آپ کے لیے منگوایا ہے اسے پی لیجیے! مریض نے پوچھا— اس پیالے میں کیا ہے؟ ڈاکٹر نے کہا— نشہ آور عرق ہے۔ اس کے پینے سے آپ کو جراحی کی تکلیف نہ ہوگی۔ وفیات الاعیان میں ابن خلکان نے لکھا ہے کہ مریض نے کہا— آپریشن کے بعد زندہ رہوں گا یا مرجاؤں گا کچھ نہیں معلوم۔ اگر بچ جانے کا سو فیصد یقین بھی ہوتا تب بھی میں اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز ہرگز نہ پیتا۔

شراب حرام ہونے کے احکام مدنی زندگی میں آئے۔ اسلام شروع ہونے کے کوئی اٹھارہ انیس برس بعد۔ قرآن مجید نے اسے خمر کہا ہے— خمر کا مطلب ہے وہ جو عقل کو ڈھانک دے اور اُس میں خلل پڑ جائے۔ ہر چیز جس سے نشہ پیدا ہو وہ خمر ہے اور حرام ہے۔ اس میں شراب، افیون، گانجہ، چرس، بھنگ، ہیروئن وغیرہ سب ہی شامل ہیں۔

اسلام نے ابتدا ہی سے اسے برا اور قابل نفرت ٹھہرایا۔ چنانچہ سورۂ نحل میں ذکر ہے کہ کھجور اور انگور وہ پھل ہیں جو بطور نعمت عطا ہوئے ہیں۔ یہ پاک خوراک ہے جو اللہ تعالیٰ نے تم کو عطا فرمائی ہے اور تم اس سے اپنے لیے نشہ لانے والی چیز بنا لیتے ہو! یہ آیت مکی زندگی میں نازل ہوئی۔ خیال ہے کہ حبشہ کی ہجرت کے آس پاس اس کا اظہار ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کو نشہ ناپسند ہے۔ مدنی زندگی میں سورۂ بقرہ، سورۂ نساء اور سورۂ مائدہ کی آیتیں نازل ہوئیں جن میں بتایا گیا کہ جوئے اور شراب میں بڑا گناہ ہے۔ ان کے فائدے ہیں لیکن کم، نقصانات بہت ہیں، آخری حکم آیا کہ اِن سے بچو! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ مطلق حرام ہیں۔

حضرت عروہ بن زبیر نے اپنے ڈاکٹر سے جو پاؤں کاٹنے کھڑا تھا کہہ دیا کہ تکلیف سے بچنے کے لیے شراب پینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس پر ڈاکٹر نے کہا کہ — پھر آپ بے ہوشی کی کوئی اور دوا پی لیجیے! جواب ملا کہ اگر میرا پیر

کٹتا ہے تو مجھے اس کی تکلیف محسوس ہونے دو! دوستوں نے دیکھا کہ یہ مانتے نہیں تو بولے— ٹھیک ہے! ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ آپریشن کے دوران میں یہیں رہیں گے۔ پوچھا— کس لیے؟ انھوں نے کہا— ہم تمھیں سنبھالنے کے لیے یہاں رہیں گے۔ شدید تکلیف میں صبر کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ— ان شاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔ یہ کہہ کر تسبیح وتہلیل میں مصروف ہوگئے۔ ڈاکٹر نے پیر کاٹ دیا لیکن اُف نہ کی۔ اللہ اللہ کہتے رہے۔ البتہ خون بند کرنے کے لیے زخم کا حصہ داغا گیا تو بے ہوش ہوگئے۔ ہوش آیا تو چہرے سے پسینہ صاف کیا۔ اپنا کٹا ہوا پیر منگا کر دیکھا۔ بے اختیار زبان سے نکلا— اے پیر! اُس ذات کی قسم جس نے تجھ سے میرا بوجھ اٹھوایا، وہ خوب جانتا ہے کہ میں نے تجھے کسی حرام کام کے لیے نہیں چلایا۔

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے آخری حصے میں پیدا ہوئے اور ۹۴ ہجری میں وفات پائی۔ مدینے کے سات مشہور فقہاء میں اُن کا شمار تھا۔ بڑے فیاض اور بڑے عابد وزاہد تھے۔ مزاج میں بڑی نفاست تھی اور بہتر سے بہتر پوشاک پہنتے تھے۔

پیر کٹنے سے کچھ پہلے عبدالملک سے ملنے گئے تھے۔ ساتھ صاحبزادے بھی تھے، جن کا نام محمد تھا۔ باپ بیٹے عبدالملک کے گھوڑے دیکھ رہے تھے۔ بیٹے نے ایک گھوڑے پر سواری کی۔ وہ ایسا شریر نکلا کہ اس نے انھیں بری طرح پٹک دیا اور وہ وہیں اللہ کو پیارے ہوگئے۔ اس سانحے کے کچھ ہی دنوں بعد ابھی وہ شام ہی کے علاقے میں ٹھہرے ہوئے تھے کہ اُن کا اپنے پیر کا زخم بگڑا اور جراح نے پیر کاٹ دیا۔

ابنِ جوزی نے لکھا ہے کہ دعا کرتے تو فرماتے— اے اللہ! تیرا شکر ہے کہ چار ہاتھ پاؤں میں سے تو نے ایک ہی کو لیا اور تین صحیح سلامت رکھے۔ چار لڑکوں میں سے ایک کو اٹھا لیا اور تین میرے لختِ جگر چھوڑ دیئے۔ تو نے اے اللہ! تھوڑا لیا اور بہت کچھ عطا فرمایا ہے تیرا شکر کس منہ سے ادا کروں!

(''طوبیٰ'' ص ۹، ۱۰، ۱۱)

☆☆☆

علماء کے قتل میں لسانی جماعت اور قادیانیوں کے ساتھی ملوث ہیں

عبداللطیف خالد چیمہ

انٹرویو: احمد خان

جناب عبداللطیف خالد چیمہ، متحدہ ختم نبوت رابطہ کمیٹی پاکستان کے کنونیئر اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری جنرل ہیں۔ وہ ختم نبوت تحریک کو ملک گیر سطح پر تمام مکاتب فکر کے علماء اور عوام کی مشترکہ تحریک کے طور پر متعارف کرانے کی جدوجہد میں مصروف ہیں اور ختم نبوت کے خلاف ہونے والی سازشوں کے حوالے سے ہر محاذ پر متحرک نظر آتے ہیں۔ ختم نبوت تحریک کراچی کے امیر مولانا سعید احمد جلال پوری کی شہادت کے تناظر میں ان کی گفتگو پیش ہے:

س: آپ کے خیال میں مولانا سعید احمد جلال پوری کی شہادت ماضی میں ہونے والے فرقہ وارانہ واقعات کا تسلسل ہے؟

ج: نہیں، ہم سمجھتے ہیں یہ کسی طرح بھی فرقہ وارانہ کشیدگی کا معاملہ نہیں ہے بلکہ یہ ایک سوچی سمجھی سازش اور ٹارگٹ کلنگ ہے۔ مولانا محمد سعید احمد جلال پوری اپنے پیش رو مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید کے مشن کی تکمیل کے لیے متحرک تھے۔ انھوں نے علمی محاذ پر اپنی جدوجہد جاری رکھی۔ ان کی شہادت اس عالمی ایجنڈے کا حصہ ہے جس کا مقصد امت مسلمہ کے جید علماء کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر پاکستان میں یہودیوں کے حمایت یافتہ اپنی بالادستی قائم کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے ایجنٹ مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی جس سازش میں مصروف ہیں، مولانا سعید احمد جلاپوری جیسے علماء جب ان سازشوں سے عوام کو آگاہ کرتے ہیں تو انھیں شہید کر دیا جاتا ہے۔

س: ختم نبوت کراچی کی قیادت کے خلاف عرصے سے کارروائیاں جاری ہیں۔ جیسے ماضی میں مولانا یوسف لدھیانوی، مولانا نظام الدین شامزئی، مفتی جمیل اور اب مولانا سعید احمد جلال پوری کو شہید کیا گیا۔ خاص طور پر کراچی کی قیادت کو کیوں ٹارگٹ کیا جا رہا ہے؟

ج: بنیادی بات یہ ہے کہ کراچی میں عالمی طاقتوں کے مفادات ہیں، یہ شہر ملک کا فنانشل ھب ہے، مسلمانوں کو

گروہوں، فرقوں اور عقیدے کی بنیاد پر تقسیم کرنے کے لیے یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ یہاں سے اپنی سازشوں کی شروعات کرتے ہیں اور ان سازشوں کے خلاف سب سے زیادہ مزاحمت بھی یہیں سے انھیں ملتی ہے۔ آج اگر اسلام دشمن قوتوں نے اپنی سازشوں کا سلسلہ بڑھایا ہے تو اس کی شروعات وہ یہاں سے اس لیے کرتے ہیں کہ یہاں انہیں کام کرنے کی کافی گنجائش ملتی ہے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی سے لے کر مولانا سعید احمد جلالپوری تک آپ دیکھیں، ایک پوری تاریخ ہے۔ قادیانیوں، یہودیوں کے ایجنٹوں کو للکارنے کیلیے علماء نے یہاں سے بہت بروقت آواز بلند کی، یہاں سے اٹھنے والی آواز پورے پاکستان کے علماء کی آواز بنی، لہٰذا وہ کسی طرح بھی یہ نہیں چاہتے کہ یہاں سے ان کی سازشوں کی مخالفت ہو۔

س: زید حامد کو مولانا سعید احمد جلالپوری کی شہادت کا ذمہ دار قرار دیا جا رہا ہے، اس کے پس پردہ عوامل کیا ہیں؟

ج: اس کی اسلام دشمنی سے کون واقف نہیں ہے، وہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر ہماری نوجوان نسل کو گمراہ کرنے کا کام ایک طویل عرصے سے خاموشی سے کرتا رہا ہے۔ یہ یوسف کذاب کا ساتھی ہے، اس کے فلسفے سے متأثر رہا ہے۔ ورلڈ اسلامک اسمبلی میں اس کی تقاریر گواہ ہیں، اس کے عقائد کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہیں، وہ توہین رسالت کا مرتکب ہے۔ جب مولانا سعید احمد جلالپوری نے اس کے عقائد اور نظریات کا محاسبہ کیا اور ثابت کیا کہ زید حامد، ملعون یوسف کذاب کے گروہ میں سے ہے جو مسلمانوں بالخصوص نوجوان نسل کو گمراہ کر رہا ہے تو اس نے باقاعدہ دھمکیاں دیں اور یہ سب ریکارڈ پر ہے۔ واضح شواہد کے بعد ہی ہم نے اس پر الزام عائد کیا ہے۔

جید علماء کو راستے سے ہٹا کر پاکستان میں یہودیوں کے حمایت یافتہ قادیانیوں کی بالادستی قائم کرنا چاہتے ہیں

س: اس افسوسناک سانحے کے بعد "زید حامد" کا نام کھل کر عوام کے سامنے آیا، ورنہ اس سے قبل انتہائی محدود مذہبی حلقے میں اس کے نظریات کو برا سمجھا جاتا تھا، اس حوالے سے اتنی تاخیر کیوں ہوئی؟

ج: نہیں ایسا نہیں ہے، دراصل یہ بہت خاموشی سے اپنے مخصوص حلقے میں کام کرتا رہا، اس نے اپنا ہدف بہت ہی محدود رکھا، لیکن کچھ عرصے سے جیسے ہی اس نے یہودیوں کے ایماء پر ملک کی جامعات اور کالجز سمیت نئی نسل تک رسائی حاصل کی اور کھل کر اپنے نظریات کا پرچار کیا اور اس کیلیے میڈیا کو بھی استعمال کرنے کی مہم شروع کی تو علماء نے تب ہی سے اس کا تعاقب شروع کر دیا، اس سے قبل اس کا تحریری مواد اس طرح دستیاب نہیں تھا، نہ ہی کھلے عام وہ گفتگو کرتا تھا تو لوگ بھی کم واقف تھے لیکن علماء اس سے غافل نہیں تھے۔ جب سارے حقائق جمع ہو گئے تو مولانا سعید احمد جلال پوری نے ایک تحقیقی مضمون لکھا جس میں اس کے عقائد کا پردہ چاک کر دیا اور پھر ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ہم نے نہ صرف ملک میں بلکہ ملک سے باہر بھی اس کے نظریات کے حوالے

سے عوام کو آگاہ کیا کہ یہ گمراہ ہے، اس کے عقائد گمراہ کن ہیں، لہٰذا اب یہ جہاں جہاں جاتا اس کی بدعقیدگی کی سند وہاں پہلے سے موجود ہوتی اور اسی کی سزا مولانا سعید احمد جلال پوری کی شہادت کی صورت میں دی گئی۔

پاکستان کو فرقہ واریت کی آگ میں دھکیلنا قادیانیوں کا ایجنڈہ ہے

س: ہماری جامعات، لبرل طبقہ اور وہ ترقی پسند عناصر جو مذہب میں جدت پسندی اور اجتہاد کے قائل ہیں، ان کا کہنا ہے کہ جو بھی مولویوں کے لگے بندھے اصولوں سے انحراف کرتا ہے وہ اس کے خلاف کفر کے فتوے دے کر اسے یہود و نصاریٰ کا ایجنٹ قرار دے ڈالتے ہیں۔ زید حامد کو ہمارے ملک کی کئی جامعات میں پورے اعزاز کے ساتھ بلایا جاتا رہا ہے۔ آپ سمجھتے ہیں یہ اعتراض درست ہے؟

ج: نہیں، علماء کرام نے کبھی کوئی اپنا لگا بندھا اصول نہیں اپنایا اور نہ ہم اس کے قائل ہیں جو بات قرآن اور حدیث میں ہے، ہم اس سے بڑھ کر اپنی عقل اور منطق نہیں لڑاتے، نام نہاد ترقی پسند سیکولر افراد جو تھوڑے سے لوگ ہیں، وہ پاکستان کے اسلامی تشخص کو پامال کرنے کے درپے ہیں، وہ پاکستان کو ایک ایسا ترقی پسند ملک قرار دلوانا چاہتے ہیں جہاں مذہب کو ثانوی حیثیت حاصل ہو۔ علماء نے جب من گھڑت نظریات کو اسلام سے منتھی کر کے پیش کرنے والوں کا محاسبہ کیا تو ان کی جانب سے ایسے ہی لغو الزامات لگائے گئے۔ زید حامد اور اس قبیل کے وہ سارے لوگ جو اسلام کی ایسی تشریح کرتے ہیں جو ان کی اپنی پسند پر مبنی ہے، جس کا قرآن و سنت سے دور کا بھی واسطہ نہیں جو سلف صالحین کا طریقہ بھی نہیں رہا، تو ایسے عناصر کی بیخ کنی کرنا فرض عین ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کام نہ کل رکا ہے اور نہ آج رکے گا۔ جو لوگ آج اس ملعون کی حمایت کر رہے ہیں، اپنے اداروں میں اسے بلا رہے ہیں، وہ جان لیں کہ وہ اسلام کے خلاف سازش کا حصہ بن رہے ہیں۔ کیونکہ علماء اس پر متفق ہیں کہ اس کے عقائد گمراہ کن ہیں لہٰذا جو بھی زید حامد کو سپورٹ کرے گا وہ اسلام کے خلاف کی جانے والی عالمی سازشوں کا حصہ تصور کیا جائے گا۔

س: کیا ان عناصر کے پس پشت واقعتاً کوئی بیرونی طاقت ہے یا یہ محض تأثر ہے، جیسا کہ ہم ہر معاملے میں امریکہ کو ذمہ دار ٹھہرا دیتے ہیں؟

ج: جی بالکل، یہودی اس کے پس پشت ہیں۔ وہ ایسے افراد کو سپورٹ کرتے ہیں تاکہ مسلمانوں کو تقسیم کر سکیں۔ آپ دیکھیں، آج امریکہ کے تمام عیسائی، یہودیوں کے کنٹرول میں ہیں۔ یہودیوں کے نزدیک سب سے بڑا دشمن اسلام ہے اور پاکستان اسلام کا وہ قلعہ ہے کہ جس سے یہودیوں کو خوف ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ پاکستان کو فرقہ واریت کی آگ میں دھکیل دیں، یہاں اسلام کے نام پر ایسی تفریق پیدا کی جائے کہ ہم آپس میں دست و

گریباں رہیں اور یہی قادیانیوں کا ایجنڈا رہا ہے، تاکہ مسلمانوں کو لڑوا کر اپنے عقائد متعارف کرواسکیں اور ساری دنیا میں یہ تاثر جائے کہ مسلمانوں کے باقی گروہ فرقوں میں بٹ کر لڑتے مرتے رہتے ہیں، اصل مسلمان ہم ہیں۔ لیکن اللہ عزوجل کا شکر ہے کہ آج مسلمان جاگ اُٹھے ہیں۔ ہم فرقوں میں بٹنے کو تیار نہیں ہیں اور یہی سبب ہے کہ دہشت گردی کی بزدلانہ کارروائیاں کر کے وہ یہ آخری کوشش کر ڈالتے ہیں کہ ہم ایک دوسرے کو موردالزام ٹھہرا کر الجھ جائیں گے مگر ایسا نہیں ہوسکتا۔ ہم اپنے دشمن کو پہچان چکے ہیں۔

زید حامد کے گمراہ کن عقائد کا پردہ چاک کرنے پر مفتی سعید احمد جلال پور کو شہید کیا گیا

س: مولانا سعید احمد جلال پوری کے قتل کی تحقیقات کے حوالے سے ہونے والی پیش رفت سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟

ج: ابھی اس حوالے سے ہمیں کوئی ٹھوس پیش رفت تو ہوتی نظر نہیں آئی ہے مگر ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ اگر حکومت نے اس معاملے میں کوئی کوتاہی برتی تو حالات کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر عائد ہوگی۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ختم نبوت تحریک کو اسلام دشمن سازشوں کے حوالے سے ملک گیر سطح پر متحرک کیا جائے۔ ہم نے اس حوالے سے کافی کام کیا ہے، ہر سطح پر، ہر فورم پر اپنی کوشش کر رہے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ذمہ داری صرف علماء کی ہی نہیں ہے بلکہ یہ سب مسلمانوں اور تمام پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ جہاں جہاں جس حیثیت میں ہیں ختم نبوت تحریک کا حصہ بن کر اسلام کے خلاف سازشوں کو ناکام بنائیں۔ یہ حدیث مبارکہ ہے کہ ایک زمانے میں اسلام میں فتنے تسبیح کے دانوں کی طرح گریں گے یعنی ایک کے بعد ایک فتنہ سامنے آئے گا۔ ہم پر لازم ہے کہ ہم ان فتنوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔ آج امریکہ اور ''بلیک واٹر'' کے گماشتے ملک پر مسلط ہونے کو ہیں۔ یہ پاکستان کے اسلامی تشخص کے خلاف ہیں۔ ہمیں ان کی سرکوبی کے لیے میدان میں اترنا ہوگا۔

(مطبوعہ: روزنامہ ''امت'' کراچی، ۱۵؍مارچ ۲۰۱۰ء)

الغازی مشینری سٹور
ہمہ قسم چائنہ ڈیزل انجن، سپیئر پارٹس
تھوک و پرچون ارزاں نرخوں پر ہم سے طلب کریں
بلاک نمبر 9 کالج روڈ، ڈیرہ غازی خان 064-2462501

''دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا''

کاشف حفیظ صدیقی

صورت حال کچھ ایسی سامنے آ گئی ہے کہ جھوٹ و مکر کا پردہ چاک کرنے کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں۔ آج زید حامد کی طرف سے خوب صورت الفاظ سے سچائی کو دھندلا کرنے کی سعی و کاوش کی جا رہی ہے۔ ہماری زید حامد سے نہ کوئی ذاتی عداوت ہے، نہ رنجش، نہ پرخاش۔ یہ سارا معاملہ عشق نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور نبوت کے مراتب کی کاملیت اور اکملیت کو تسلیم کرنے کا ہے۔ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ ''آخری زمانے میں مکر و فریب کرنے والے جھوٹے لوگ ہوں گے، جو تمہارے سامنے نئی نئی باتیں کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی نہ ہی تمہارے آباؤ اجداد نے۔ تم ان لوگوں سے اپنے آپ کو بچا کر رکھنا اور ان کو اپنے سے دور رکھنا، کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور تمہیں کسی فتنے میں نہ ڈال دیں۔''

زید حامد کی طرف سے ایک پریس ریلیز جاری کی گئی، جس میں لفظوں کی جادوگری بے شک تھی لیکن اس میں جان بوجھ کر بعض حقیقتوں کو چھپایا گیا ہے، ضرورت ہے کہ اس تحریر کا جائزہ لیا جائے اور سچائی واضح کی جائے۔ براس ٹیک لیٹر پیڈ سے نکالی گئی اس پریس ریلیز میں کہا گیا ہے کہ:

> ''میں سید زید زمان حامد، اللہ وحدہ لاشریک کو اپنا مالک حقیقی اور اپنا معبود مانتا اور سمجھتا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت میں کسی کو شرکت حاصل ہے اور نہ ہی اللہ کی ذات و صفات میں کوئی شریک ہے۔ میرا ایمان، عقیدہ اور نظریہ یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص دعویٰ نبوت و رسالت و خود ساختہ مہدیت کا دعویٰ کرے یا اپنے آپ کو خلفائے راشدین سمیت کسی ادنیٰ صحابی کے مقام و مرتبہ پر فائز سمجھے وہ شخص بلاتفریق جھوٹا، مکار، کذاب اور افترا پرداز اور ملعون ہے۔''
>
> ''ہم واضح اعلان کرتے ہیں کہ یوسف علی کی فکر، سوچ اور نظریات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں۔ اس کو قتل ہوئے برسوں ہو چکے اور اب اس کا معاملہ اللہ کے ہاتھ میں ہے۔''
>
> ''تمام مسلمانوں کی تسلی اور شریعت کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے ہم نے شرعی اور قانونی طور پر تمام شرائط کو پورا کر دیا ہے اور اپنا عقیدہ توہین و رسالت واضح کر دیا ہے۔ میں اللہ کے فضل و کرم سے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ایک دفعہ پھر اعلان کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نبوت رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے بعد کسی مدعی نبوت، کذاب، ملعون، مردود، کافر اور ملحد کے ساتھ میرا دینی و مذہبی اعتبار سے کوئی تعلق نہ تھا، نہ ہے اور کبھی رہے گا ان شاءاللہ۔ ایسے ہر شخص کو عقیدہ ختم نبوت کے فلسفہ کی بنیاد پر کافر اور مرتد سمجھتا ہوں۔''

یہاں زید حامد نے دو اہم باتیں کی ہیں۔

نمبر۱: یوسف علی (یوسف کذاب) سے اعلان لاتعلقی کہ اس کی فکر، سوچ اور نظریات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں اور دوم یہ کہ اس کے ساتھ نہ ان کا دینی و مذہبی اعتبار سے کوئی تعلق ''تھا'' اور نہ ''ہے'' اور نہ کبھی رہے ''گا'' اہم الفاظ ہیں۔

آیئے ہم پہلے اس دعوے کی تحقیق کر لیں کہ ان کا تعلق یوسف کذاب سے نہ کبھی ''تھا'' اور نہ ''ہے۔'' مسئلہ صرف اتنا ہے کہ قصۂ یوسف کذاب کوئی زمانہ قبل از مسیح کا نہیں کہ اس کردار کے اور اس کردار سے حواریوں کو دیکھنے، سننے، جاننے، پہچاننے، برتنے اور ملنے والے افراد اب دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ صرف دعوے نہیں بلکہ چشم دید گواہ موجود ہیں، جنھوں نے موصوف کو کذاب کے دائیں، بائیں، آگے، پیچھے دیکھا ہے۔ کیا آج تک جناب زید حامد صاحب نے ایک دفعہ بھی لاہور کی مسجد بیت الرضا کی اس تقریب کی حقیقت سے انکار کیا جس میں یوسف کذاب نے اپنے نام نہاد سو صحابہ کی موجودگی کا اعلان کیا تھا۔ اس تقریب میں اس کاذب نے ایک طویل تقریر کی اور یہ جملہ بھی کہا کہ ''بھئی صحابہ وہی ہیں نا، جس نے صحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ایمان کے ساتھ وقت گزارا اور اس پر قائم ہو گیا ہو اور رسول اللہ ہیں ناں اور اگر ہیں تو ان کے صاحب بھی ساتھ ہیں۔ اس صاحب کے جو مصاحب ہیں وہی تو صحابی ہیں۔'' اس تقریر میں یوسف کذاب آگے جا کر اعلان کرتا ہے کہ ''ان اصحاب میں ایک ایک کا تعارف کروانے کا جی چاہتا ہے لیکن ہم صرف دو کا تعارف کروائیں گے ...... اور دوسرا تعارف اس نوجوان صحابی، اس نوجوان ولی کا کردار ہو گا جس کے سفر کا آغاز ہی صدیقیت سے ہوا ہے اور جس رات ہمیں نیابت مصطفیٰ عطا ہوئی تھی، اگلی صبح ہم کراچی گئے تھے اور سب سے پہلے وابستہ ہونے والے اور وارفتہ ہونے والے سید زید زمان ہی تھے۔ آئیں سید زید زمان۔''

اب دیکھیں کہ کل کے زید زمان اور آج کے زید حامد کہتے کیا ہیں کہ جن کا دعویٰ ہے کہ ان کا یوسف کذاب سے دینی و مذہبی لحاظ سے کوئی تعلق نہ تھا، نہ ہے اور نہ رہے گا۔

''برسوں ایک سفر کی آرزو رہی، کتابوں میں پڑھا تھا، چالیس چالیس سال پچاس پچاس سال چلے کیے جاتے تھے، ریاضت اور مجاہدہ ہوتا تھا، میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہا سے انتہائی شدید محبت کے بعد، ایک طویل سفر، ریاضت و مجاہدے کا گزارا جاتا تھا تو آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوتی تھی۔ ایک سفر کا آغاز، ہمیشہ سے یہ پڑھا اور سنا اور خوف یہ کہ کہاں ہم کہاں یہ ماحول! کہاں یہ دور! کس کے پاس وقت ہے کہ برسوں کے چلے کرے، کس کے پاس وقت ہے کہ صدیوں کی عبادتیں کی جائیں اور پھر صرف دیدار نصیب ہو۔ تڑپ تو تھی کہ صرف زیارت و دیدار ایسا نصیب ہو کہ اس

جہاں میں نہیں، صرف لامکاں میں نہیں، ثم الوریٰ، ثم الوریٰ، ثم الوریٰ، وصل قائم رہے۔ ایک راز سمجھ میں آیا کہ ''نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہے تقدیریں'' زہد ہزاروں سال کا اور پیار کی نگاہ ایک طرف۔ اپنے کسی ایسے پیارے کو دیکھو جو پیار کی نگاہ سے ہو کہ صدیوں کا سفر لمحوں میں طے ہو جائے۔'' یہ تقریر ایک آڈیو کی صورت میں مکمل طور پر موجود ہے اور انٹرنیٹ پر بآسانی تلاش کی جاسکتی ہے۔ شہید حضرت سعید احمد جلال پوریؒ نے اپنے کتابچے میں بیس مقامات پر یوسف علی کذاب کے کیس میں سرگرمی کی نشاندہی کی ہے۔ یہ تو معاملہ ''تھا'' کا ہے۔ اب بات کرتے ہیں ''ہے'' کی۔

یہ کوئی دور کی بات نہیں بلکہ نہایت قریب کی ہے۔ فروری ۲۰۱۰ء کے آخر میں حادثاتی طور پر منظر عام پر آنے والی وڈیو میں موصوف فرمارہے ہیں کہ:

> ''لوگ مجھ سے یوسف کذاب کے حوالے سے سوال کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ میں یوسف کذاب کو نہیں جانتا، میں یوسف علی کو جانتا ہوں کیونکہ شریعت کے جو تقاضے ہیں وہ پورے نہیں ہوئے۔ وہ ایک اسکالر تھا۔ میں اس کو ۱۹۹۲ء سے جانتا ہوں۔ وہ مفتی عبدالرحمٰن اشرفی اور مولانا عبدالستار خان نیازی کا گہرا دوست تھا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے مفتی غلام سرور قادری آخری وقت تک اس کو بچاتے رہے۔ ابتدا میں اس کی اٹھان اچھی تھی بعد میں وہ پیسوں کے معاملے میں ملوث رہا۔ عبدالرحمٰن اشرفی اس کے ساتھ ڈنر کرتے تھے اور حج پر ساتھ گئے۔ یہ کلیئر کٹ، Matter wise نبوت کا بلیک اینڈ وائٹ کیس تو نہیں ہے بلکہ قانون توہین رسالت کا غلط استعمال ہے۔ یہ پیسوں کا معاملہ تھا۔ یہ شریعت کے غلط استعمال کا کیس ہے، غلط الزام ہے، بہتان ہے، قذف ہے۔ اگر ان الزام لگانے والوں میں ذرا بھی شرم ہو یہ میرے پاس آکر بات کریں، یہ جھوٹے لوگ ہیں۔ یہ دہشت گرد ہیں، ان کے پیچھے تحریک طالبان ہے، ملا عمر ہے، اور اللہ کے فضل وکرم سے مجھ کو ان کے ایمان کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت نہیں۔ اگر شرعی عدالت ہوتی تو ان کو بہت کوڑے پڑتے۔''

اب ہم بات کریں گے کہ ''گے'' یعنی مستقبل کی۔ اسی وڈیو میں جناب زید حامد صاحب ایک مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ یوسف کذاب کو اسکالر بتانے کے بعد عزم کا اظہار کرتے ہیں کہ:

> ''اسی لیے ہم خلافت راشدہ کے سسٹم کی بات کر رہے ہیں تا کہ ہم بہت سے لوگوں کے ''حساب'' پورے کریں۔ انتظار کر رہے ہیں شریعت کورٹس کا، چاہے وہ حکمراں ہوں، یا دو ٹکے کے مولوی ہوں، چاہے وہ دہشت گرد ہوں یا وہ جو پاکستان کی آئیڈیالوجی کو تسلیم نہیں کرتے، جو امت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے غدار ہیں ہم ان کو دیکھ لیں گے۔''

اس طرح یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ آپ کا تعلق ''تھا'' آپ کا تعلق ''ہے'' اور آپ کی اصل تحریک ان علما کے خلاف ہے جنھوں نے یوسف کذاب یا اس کی مخالفت کی۔ زید حامد صاحب ۵۰ منٹ کی وڈیو میں مسلسل کیوں یوسف علی کے کیس کا دفاع کر رہے ہیں؟ سیشن کورٹ کے فیصلے کو انصاف کا خون قرار دے کر کہہ رہے ہیں ''انصاف تو ہے ہی نہیں'' آپ کو دکھ ہے کہ اس اسلامی شرعی مسئلے کو شرعی کورٹ میں نہیں لایا گیا۔ اگر آپ کا کوئی تعلق نہیں تو آپ اس وقت کی تمام

کٹنگ اور آپ کے مطابق فتووں کا پلندہ سفید لفافے میں رکھے کیوں پھر رہے ہیں؟ آپ گواہوں کی گواہی پر بھی یقین نہیں کرر ہے اور اس کیس سے آپ کا تعلق نہیں تھا تو آپ کو اس قدر معلومات کیسی ہیں؟

اپنی ویڈیو میں جناب زید حامد نے چار افراد کے نام لیے، ایک مولانا عبدالستار خان نیازی کا جنھوں نے زید حامد کے بقول آخر وقت تک یوسف علی کو بچانے کی کوشش کی جب کہ حقیقت یہ تھی کہ مولانا نے خود بتایا کہ رات کو دونو جوان جس میں ایک زید زمان تھا میرے پاس آئے اور مجھ کو اس کی کتاب مرد کامل دکھائی، جس میں کوئی قابل اعتراض بات نہیں تھی، جس پر میں نے اس کو معصوم کہا، مگر صبح جب دوسرے روز مجھ پر اس کی حقیقت کھلی، کیس کے گواہوں سے ملاقات کروائی گئی تو آپ نے اخباری بیان دیا کہ ”میرا موٴقف وہی ہے جو پوری امت مسلمہ کا ہے۔“ دوسرا نام موصوف نے ڈاکٹر اسرار کا لیا تو تنظیم اسلامی کے ۱۷ر مارچ کے پریس ریلیز کے مطابق ”زید حامد کا یہ دعویٰ کرنا کہ ہم نے یوسف کذاب کے حوالے سے اس کی وضاحت قبول کر لی ہے نیز یہ تاثر دینا کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور تنظیم اسلامی کا ان کو تعاون حاصل ہے، صحیح نہیں ہے۔“ تیسرا نام جامعہ اشرفیہ لاہور کے مولانا مفتی عبدالرحمٰن اشرفی کا لیا کہ وہ یوسف کذاب کے ساتھ حج کرنے گئے تھے اور کیس کے دوران اس کے ساتھ ڈنر کرتے رہے، تو مفتی صاحب نے دو روز قبل اپنے لیٹر پیڈ پر پریس ریلیز جاری کی جس کا صرف ایک جملہ ہم یہاں تحریر کر رہے ہیں کہ ”یہ کہنا غلط ہے کہ میں نے یوسف علی کے ساتھ حج کیا اور اس سے میری دوستی رہی ہے اور میرا زید حامد سے کوئی تعلق ہے، میں نے اس سلسلے میں نہ اخباری بیان دیا اور نہ ختم نبوت کی سرزنش کی، میرا موٴقف بھی یوسف علی کے بارے میں وہی ہے جو دیگر علما، ارباب فتویٰ اور عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ہے۔ مجھ سے جو باتیں منسوب کی گئیں سراسر جھوٹ اور خلاف حقیقت ہیں۔“

چوتھا نام انھوں نے جامعہ رضویہ لاہور کے مولانا مفتی غلام سرور قادری کا لیا کہ مولانا آخری وقت تک ڈٹے رہے۔ یوٹیوب پر جاری ان کے ایک انٹرویو میں انھوں نے یوسف کذاب سے تعلق کی نفی کی ہے بلکہ کہا ہے کہ ”زید حامد جیسے فرد کو اسٹیج سے جوتے مار کر اتار دینا چاہیے۔“

کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائیں کیا

زید زمان حامد نے اپنی ویڈیو میں خدشہ ظاہر کیا کہ یہ ایشو دیوبندی بریلوی مسئلہ پیدا کر سکتا ہے۔ موصوف ۱۸ مارچ کو کراچی پہنچتے ہیں اور اہلسنت والجماعت کی عظیم درسگاہ جامعہ نعیمیہ کے مفتی منیب الرحمٰن سے ملاقات کی کوشش کی، لیکن مولانا نے ملاقات سے انکار کر دیا۔ پھر زید حامد صاحب نے فون کال کی مگر حضرت مولانا مفتی منیب الرحمٰن نے بغیر تحقیق کے کوئی بات کہنے سے معذرت کر لی۔ پھر بعد ازاں انھوں نے ختم نبوت کے دفتر فون کر کے اس مسئلے پر یکجہتی کا اظہار کیا۔ حقیقت یہی ہے کہ اس مسئلے پر یعنی یوسف کذاب کے حوالے سے شیعہ، سنی، دیوبندی بریلوی، اہل حدیث، مقلد

غیر مقلد میں کوئی اختلاف نہیں اور انجام پر یکسو ہیں۔

قارئین! آپ کو ایک دلچسپ لطیفہ بھی بتاتے چلیں کہ جب دل میں چور ہوتا ہے تو انسان کیا کر گزرتا ہے۔ ان سے جب بھی کسی محفل میں یوسف کذاب سے تعلق کا سوال پوچھا جاتا ہے تو موصوف بات کو خوب صورت لچھے دار الفاظ کے ساتھ ایک مختلف سمت لے جاتے ہیں۔ مثلاً بہتان لگانا سخت گناہ ہے، کسی مسلمان کو کافر کہنا بغیر تحقیق کے نہایت بڑا گناہ ہے۔ علامہ اقبال اور قائداعظم کو بھی کافر کہا گیا۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس کا ایک دلچسپ جواب حضرت شہید سعید احمد جلال پوری نے ان الفاظ میں دیا۔ ''میرے بھائی! میں نے اپنے رسالہ ''راہبر کے روپ میں راہزن'' میں کہیں نہیں لکھا کہ زید حامد کافر ہے یا اس کے عقائد ونظریات کافرانہ ہیں، ہاں میں نے البتہ یہ ضرور لکھا تھا کہ زید حامد مدعیٔ نبوت ابوالحسین یوسف علی کذاب کا خلیفہ ہے اور یوسف علی نے، اس کو اپنا صحابی ہونے کی بشارت واعزاز سے نوازا تھا'' یعنی

وہ بات جس کا سارے فسانے میں ذکر ہی نہ تھا
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

ان کو جب کافر کہا ہی نہیں جارہا ہے تو وہ ہر جگہ شور کیوں مچا رہے ہیں کہ ان کو کافر کہا جارہا ہے۔ اس بات سے بڑی کوئی جھوٹی بات ہی نہیں ہوسکتی کہ موصوف کا کوئی بھی تعلق یوسف کذاب سے نہیں رہا اور آج بھی علی الاعلان اس کو جھوٹا اور کذاب کہنے کو تیار نہیں کیونکہ وہ اس کو اسکالر اور صوفی سمجھتے ہیں جبکہ وہ ایسا صوفی تھا جو پیسوں کے معاملے میں خود بقول زید زمان کے پاک نہیں تھا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس پورے کیس میں پیسوں کے لین دین کے لحاظ سے کوئی بات نہیں کی گئی اور نہ ہی اس پر زنا کا کوئی الزام لگایا گیا جس کو زید حامد صاحب بتاتے ہیں کہ جبکہ سارے کا سارا معاملہ ومسئلہ ختم نبوت کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔

آج یوسف کذاب کے کیس کو جان بوجھ کر متنازعہ بنانے کی کوشش کی جارہی ہے اور علم دین سے دور مگر دنیاوی علم سے مزّین اس نئی نسل کو ایک ساتھ علما اور سیاست دانوں سے بدظن کیا جارہا ہے۔ دوسری طرف اسی طرح کے خدشات اور کنفیوژن پیدا کر کے ''قانون توہین رسالت'' پر حملہ کرنے کی سازش کی جارہی ہے۔ تیسری طرف ایک ماڈریٹ، لبرل، صوفی اسلام کی بات کی جارہی ہے۔

زید حامد صاحب کی یہ بات بھی جھوٹ اور کذب کے علاوہ کچھ اور نہیں کہ یہ پیسوں کے لین دین کا معاملہ تھا۔ یوسف کذاب نے عدالت میں ایک دستاویز پیش کی، جس کو سند ڈی 1 کے طور پر پیش کیا گیا۔ اس انگریزی دستاویز میں یوسف نے دعویٰ کیا کہ یہ وہ سرٹیفکیٹ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو براہ راست بھیجا ہے، جس کی رو سے اس کو خلیفہ اعظم قرار دیا گیا ہے۔ استغاثہ کے وکیل جناب اسماعیل قریشی کی جرح پر یوسف نے کہا کہ تمام انبیاء کرام

کو خلفا، زمین پر اللہ کے نائب مقرر کیا گیا تھا اور رسول اللہ، خلیفۂ اعظم، نائبین کے سربراہ اعلیٰ ہیں۔ لہٰذا اس سرٹیفکیٹ کی رو سے وہ خلیفہ اعظم ہے۔ ایک سوال کے جواب میں خلیفہ اعظم کا یہ سرٹیفکیٹ اس کو کراچی کے بزرگ عبداللہ شاہ غازی کی وساطت سے ان لیٹر پیڈ پر کمپیوٹر کے ذریعے بھیجا گیا تھا جن کا انتقال ۱۳۰۰ سال قبل ہو چکا ہے۔ اس دستاویز میں اس کو خلیفہ اعظم حضرت امام الشیخ ابو محمد یوسف کے طور پر مخاطب کیا گیا تھا اور اس میں اس کو علم کا محور اور عقل و دانش میں حرف آخر قرار دیا تھا۔

زید حامد کے اس نام نہاد عظیم اسکالر کے اسکول سرٹیفکیٹ اور سروس ریکارڈ کے مطابق اس کا نام یوسف علی تھا اور اپنے مذموم مقاصد کے پیش نظر اس میں ''محمد'' کا اضافہ کر دیا گیا۔ اس نام کے اضافے سے وہ پہلے لوگوں کو کہتا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کروائے گا پھر پیسے خطیر تعداد میں لینے کے بعد ایک بند کمرے میں اپنے آپ کو (نعوذ باللہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پیش کرتا، شاید اس کو ہپناٹائز کرنے کی صلاحیت آتی ہو۔ وہ کہتا تھا کہ ''اللہ نے اپنا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں اتارا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے محمد میں وہی نور آ گیا۔ (استغفراللہ)

زید زمان حامد کے اس دعوے کے بھی برعکس کہ سارا مقصد اخباری رپورٹوں کی بنیاد پر قائم کیا گیا اور چلایا گیا اور قذف کے تحت چار گواہ پیش نہیں کیے گئے، سراسر جھوٹ اور فراڈ کے علاوہ کچھ اور نہیں۔ استغاثہ نے عدالت میں ۱۴ گواہ پیش کیے۔ کم از کم پانچ کے نام میں جانتا ہوں اور ان میں سے دو سے میں مل چکا ہوں۔ ان کے نام ہیں۔ ڈاکٹر محمد اسلم، محمد اکرم رانا، محمد علی ابوبکر، لاہور سے حافظ محمد ممتاز اور میاں محمد اویس ان افراد نے مجرم کی جانب سے نبوت کے جھوٹے دعوے کی براہِ راست عینی شہادتیں دیں۔

زید زمان حامد الفاظ کے الٹ پھیر کے ذریعے لوگوں کو مزید دھوکا نہیں دے سکتے۔ آپ اپنے پریس ریلیز میں لکھتے ہیں کہ ''اس میں چنداں شک نہیں کہ مجھے سی آئی اے، را اور ہنود و یہود کے خلاف بولنے پر نشانہ بنایا جا رہا ہے'' جناب زید حامد! حقیقت یہ ہے کہ آپ کو صرف اور صرف یوسف کذاب کے ساتھ تعلق کی بنیاد پر تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ بصورت دیگر ہم نے کئی بار عرض کیا کہ آپ کی باتوں سے اختلاف نہیں مگر آپ کا جن سے تعلق تھا اور ہے اس سے اختلاف ہے۔

آپ لکھتے ہیں کہ ''اسلام دشمنوں کو یہ بھی قابل قبول نہیں کہ یہ فقیر قرآن و سنت کے عظیم نظریے، خلافت راشدہ بطور سیاسی، معاشی، عدالتی ماڈل، عشق رسول زندگی کا مقصد اور مدینہ ثانی پاکستان کو مقدس قرار دے۔'' قارئین! ذرا اس فقیر کا ماضی جس کا یہ ذکر کرتے ہیں دیکھ لیں۔ جہاد افغانستان کے آخری زمانے میں زید حامد صرف احمد شاہ مسعود کے ساتھ وابستہ تھے۔ جو دراصل شمالی اتحاد کے نام پر طالبان اور پاکستان کے خلاف سرگرم رہے۔ پاکستان نواز حزب اسلامی سے آپ کا تعلق تو کب کا ٹوٹ چکا تھا۔ اپنی ویب سائٹ پر کہیں آپ مجاہدین کے ساتھ اپنی تصویریں دکھاتے ہیں، تو کہیں

جدید ہتھیار چلاتے ہوئے دکھائے جاتے ہیں، کہیں آپ احرام باندھے، تقویٰ اور ایمان کی بلندی پر ہوتے ہیں اور کسی تصویر میں پاکستان کا پرچم اور نقشہ لیے جو پس منظر میں ہے آپ آسمان کی رفعتوں کو دیکھ رہے ہیں۔ یعنی شخصیت پرستی کی تشہیر، سالاری، تقویٰ اور حب الوطنی کا رنگ وہ بھی غلط دکھانا۔ دراصل قوم کو دھوکا دینا ہے۔

اور زید صاحب! کیا ہم کو اسلام، خلافت راشدہ، اقبال کا فلسفہ خودی، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم، پاکستان کے قیام کا مقصد، فیشن ڈیزائنر ماریہ بی، علی عظمت، فریحہ جمشید، ماڈل فائزہ انصاری یا شہزاد رائے بتائیں گے جو آپ کے دست و بازو بن کر سامنے اکٹھے ہیں۔ کیا حدود آرڈیننس کے خلاف پیش پیش رہنے والے چینل بتائیں گے یا وہ لڑکے لڑکیاں بتائیں گے جو ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے کھڑے ہیں؟ جن کو آپ نے کہا ہے کہ ''کلچر خراب نہیں ہونا چاہیے اور لباس میں عریانیت نہیں ہونی چاہیے اور انسان اندر کا اچھا ہونا چاہیے، اگر آپ نے برقع اوڑھا ہے یا داڑھی رکھی ہے اور اندر خراب ہے تو سب کچھ خراب ہے۔''

حضور! یہ کون سا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اسلام، پاکستان، اقبال، قائد اعظم کی گردان سے کچھ نہیں ہوتا۔ خلافت راشدہ کا مطلب بھی سمجھتے ہیں آپ؟ آپ کا تو مسئلہ یہ ہے کہ ایک جھوٹ کے پیچھے ۱۰۰ جھوٹ بولنے پڑ رہے ہیں، آپ کے اوپر سے پیاز کے چھلکوں کی طرح پرت در پرت حقیقت نکل رہی ہے۔ الفاظ کے الٹ پھیر کا اب معاملہ ہی نہیں رہا۔ یہ آپ کا ماڈریٹ، لبرل اسلام ہم کو قبول نہیں۔

ایک اور دلچسپ بات۔ موصوف سر پر ہمیشہ لال یا مہرون ٹوپی پہنتے ہیں۔ حلقہ یوسف کے لاہور سے ایک سابق رکن اعتزاز صاحب کے مطابق، اس وقت وہ خود بہ نفس نفیس موجود تھے جب یوسف کذاب نے اس رنگ کی ٹوپی یہ کہہ کر عطا کی کہ تم اس فوج کے سالار ہو گے جو غزوہ ہند لڑ رہی ہو گی۔ موصوف آج تک اس کو اسی عقیدت سے پہنتے ہیں۔ دروغ برگردن راوی۔

جناب زید حامد! پہلے تو ہم آپ سے کہتے تھے کہ آپ صرف یوسف کو کاذب اور ملعون ہی کہہ دیں، ہم آپ کا ساتھ دیں گے مگر آپ نے تو اس طرح شو کیا کہ جیسے کوئی تعلق ہی نہ ہو، پھر اب تو اختلاف آپ کے کذب اور لبرل ماڈریٹ اسلام سے بھی ہے۔ اسلام کی کوئی نئی تعریف اور تشریح وہ بھی کاذبوں کے پیروکاروں، فیشن ڈیزائنروں اور گلوکاروں سے تسلیم نہیں۔ آپ کے حوالے سے ہم یہی کہیں گے۔

ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا یہ بازی گر کھلا

(روزنامہ ''اُمت'' کراچی، ۲۳ مارچ ۲۰۱۰ء)

امتیازی قوانین کا خاتمہ مطلوب ہے!

عبدالرشید ارشد

امتیازی قوانین کیا ہیں اور یہ کن حدود تک جاتے ہیں مختلف قومیتوں اور مختلف مذاہب کے نزدیک ان کی تعبیر و تشریح مختلف ہے۔ ایک قانون اگر ایک مذہب کی ضرورت سمجھا جاتا ہے تو دوسرا مذہب اپنے تحفظات کی پٹاری کھول لیتا ہے۔ اس ضمن میں ہر دوسرے مذہب کی نسبت کے تحفظات زیادہ ہیں مگر ستم یہ ہے کہ وہ دوسروں کے تحفظات کو یکسر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم اپنی بات کا آغاز جاوید نذیر صاحب کے مضمون ''امتیازی قوانین کا خاتمہ'' مطبوعہ نوائے انسان شمارہ نومبر کے اقتباس سے کرتے ہیں:

> ''۱۹۴۹ء میں قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد ادارتی سطح پر مذہب کے عمل دخل کے سلسلے کا آغاز ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد پاکستان کے پہلے آئین میں ملک کو سرکاری طور پر اسلامی جمہوریہ قرار دے کر غیر مسلم پر قدغن لگا دی گئی کہ وہ ملک کے صدر اور وزیر اعظم کا عہدہ نہیں سنبھال سکتا۔ ۱۹۵۶ء میں ہی اسلامی نظریاتی کونسل تشکیل دے کر اس سوچ کو پروان چڑھانے کی کوشش کا آغاز کیا گیا کہ یہ ملک مذہب کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔''
>
> (بحوالہ ''نوائے انسان'' نومبر ۲۰۰۹ء صفحہ ۱۳)

مذکورہ اقتباس میں دو سوال پنہاں ہیں، دو نقاط جواب طلب ہیں۔ پہلا یہ کہ'' ملک مذہب کے نام پر حاصل کیا گیا تھا'' دوسرا یہ کہ ''غیر مسلم پر قدغن لگا دی گئی تھی کہ وہ ملک کے صدر اور وزیر اعظم کا عہدہ نہیں سنبھال سکتے۔'' ہم اپنی بات آگے بڑھانے سے قبل ان دو نقاط کی وضاحت ضروری سمجھتے ہیں کہ ہماری گزارشات کو سمجھنا آسان ہو جائے گا۔ پہلے سوال میں یہ فیصلہ ہونا ضروری ہے کہ کیا پاکستان کے مذہب کے نام پر حصول کا فیصلہ ۱۹۴۹ء میں ہوا تھا یا تخلیق پاکستان سے دس بارہ سال قبل یہ طے ہو چکا تھا۔ ملاحظہ فرمایئے:

> ''اس قوم کو ایک جداگانہ گھر کی ضرورت ہے۔ ان دس کروڑ مسلمانوں کو جو اپنی تمدنی معاشرتی صلاحیتوں کو اسلامی خطوط پر ترقی دینا چاہتے ہیں ایک اسلامی ریاست کی ضرورت ہے۔''
>
> ''ایک آزاد اسلامی سلطنت کے بغیر اسلام کا تصور ہی باطل ہے۔ مسلمان کے نزدیک صحیح آزادی کا تصور یہ ہے کہ وہ ایسی اسلامی حکومت کو معرضِ وجود میں لائے جو قرآن کریم کے ضابطہ خداوندی کی متشکل ہو...... مسلمان کے نزدیک

ہر وہ نظام باطل ہے جو کسی انسان کا وضع کردہ ہو کیونکہ اس کے پاس ایک محکم دستور ہے جو اس کی ہر موقع پر اور ہر زمانہ میں راہنمائی کرسکتا ہے۔''

(قرارداد لاہور، ۲۳؍مارچ ۱۹۴۰ء ''حیاتِ قائداعظم'' چودھری سردار محمد خان عزیز، صفحہ ۲۲۶، ۲۵۳)

ہمیں یقین ہے کہ بانی پاکستان کے ۱۹۴۰ء کے اعلان سے یہ فیصلہ کہ ہمیں مذہب کی بنیاد پر ایک آزاد مملکت چاہیے اور مذہب بھی خالصتاً قرآن وسنت کی بنیاد کے ساتھ، جناب جاوید نذیر صاحب کا یہ مغالطہ دور ہو جانا چاہیے کہ پاکستان کو ۱۹۴۹ء میں مذہب سے منسوب کیا گیا۔ جہاں تک دوسرے سوال کا تعلق ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل نے غیر مسلم صدر اور وزیر اعظم کے لیے راستہ بند کر دیا، ہم جاوید نذیر صاحب سے ہی بصد احترام یہ سوال کرتے ہیں کہ کیا امریکہ، برطانیہ، فرانس، جرمنی، روس، چین، جاپان، سویڈن، ڈنمارک، ناروے اور آسٹریلیا میں جو مہذب، آزاد خیال اور نہ جانے کیا کیا کچھ ہیں کیا وہاں کبھی کوئی مسلمان سربراہِ مملکت یا وزیر اعظم کے عہدہ پر فائز رہا۔ وہاں بھی مسلمان آباد ہیں، ووٹر ہیں، ان کے کچھ حقوق بھی ہوں گے۔ لبنان میں مسلمان اور عیسائی کم وبیش برابر بستے ہیں وہاں صدر مسیحی ہونا لازم ہے۔ پاکستان میں ۹۸ فیصد سے زائد مسلمان آبادی ہے۔ ملک مذہب کے نام پر لیا گیا یہاں اعتراض کا کیا جواز ہے؟

جاوید نذیر صاحب کو اصل اعتراض تو یہ ہے یا وہ کہنا چاہتے ہیں کہ پاکستان میں ''امتیازی قوانین'' کے سبب مسیحی اقلیت ظلم کا شکار ہے۔ اپنے اعتراض کے ضمن میں وہ تائیدی حوالہ سامنے لاتے ہیں کہ:

''قومی کمشن برائے انصاف (این سی جے پی) کے اعداد وشمار کے مطابق ۱۹۸۶ء سے ۲۰۰۹ء تک توہین مذہب کے مقدمات میں ۹۶۰ افراد کو ملوث کیا گیا۔ ان میں سے ۴۷۷ کا تعلق مذہب اسلام سے تھا، ۳۴۰ احمدی شہری تھی، مسیحی ۱۱۸، ہندو ۱۰ اجب کہ ۱۰ کا عقیدہ نامعلوم تھا۔ ۳۲ افراد کو ماورائے عدالت قتل کیا گیا۔'' (نوائے انسان، صفحہ ۱۵)

مذکورہ اقتباس سے غیر مسلموں سے امتیازی سلوک کا ثبوت پیش نہیں کرتا کہ جس اسلام نے ۹۶۰ میں سے ۴۷۷ مسلمانوں کو ان کے خلافِ اسلام رویّے کے سبب نظر انداز نہیں کیا اور باز پرس کی۔ اس کے متعلق کیا عقلِ سلیم تسلیم کرتی ہے کہ اسے امتیازی سلوک کا طعنہ دیا جائے؟ ۹۶۰ میں سے صرف ۱۱۸ مسیحی تھے جنھوں نے اسلامی مملکت میں اکثریتی مذہب کی توہین کی تو سزا کے مستحق قرار پائے۔ کیا اسی کا نام امتیازی سلوک ہے؟ مسیحی برادری کی وکالت کا حق ادا کرتے جاوید نذیر صاحب جو خود بھی مسیحی ہیں مگر طے شدہ پالیسی کے مطابق نام مسلمانوں سے مشابہت والا ہے، بڑی دور کی کوڑی لاتے ہیں کہ:

''ایک طرف تو مسیحی دفاعی ہیرو زدشمن سے جنگ لڑ رہے تھے تو دوسری طرف مسیحیوں کو دشمن کا ایجنٹ بھی کہا جاتا تھا۔ بالکل اسی طرح سانحہ گوجرہ کے بعد مذہبی جماعتوں نے کہا کہ سانحہ گوجرہ عیسائیوں نے خود کیا تا کہ توہین مذہب کے قوانین کو ختم کرنے کے لیے موثر جواز پیدا کیا جاسکے......'' (نوائے انسان، نومبر ۲۰۰۹ء، صفحہ ۱۵)

۱۹۶۵ء کی پاک بھارت سترہ روزہ جنگ میں بطور سٹاف آفیسر ہم خود شریک تھے۔ قصور سیکٹر میں ہونے کے

سب کچھ واقعات سے متعلق ہمیں بھی علم ہے۔ ہم مسیحی پائلٹ میسل چودھری کی حب الوطنی اور پاکستان کے لیے قربانی کے جذبہ کو سلام کرتے ہیں۔ اور بھی بے شمار محبّ وطن مسیحیوں کا نام لیا جاسکتا ہے مگر مسیحی برادری کی ان کالی بھیڑوں کا کیا جائے جو بھارت کے لیے جاسوسی کرتی تھیں۔ رائے ونڈ اور مسیحی سٹیٹ کلارک آباد سے چند وطن دشمن بھارتی مقاصد کی تکمیل کر رہے تھے مثلاً کلارک آباد میں اس وقت کے پادری صاحب اور ہیڈ ماسٹر صاحب کی سرگرمیاں قابل اعتراض تھیں۔ رائے ونڈ سٹیشن پر کھڑی ٹرینوں پر حملوں کی راہنمائی کے لیے یہی کالی بھیڑیں ذمہ دار تھیں جو بھارتی جاسوسوں کو بھی چھتری فراہم کر رہی تھیں۔

سانحہ گوجرہ کے متعلق اگر وہاں کی مذہبی جماعتوں نے یہ کہا تو یہ کچھ غلط بھی نہیں کہ مسیحی برادری بڑی دیدہ دلیری کے ساتھ ایسے اشتعال کے لیے جواز پیدا کرنے میں مہارتِ تامہ رکھتی ہے۔ یہ مسیحی برادری پاکستانی ہو یا غیر پاکستانی مثلاً چند مثالیں سامنے لاتے ہیں:

☆ نبی اکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹون بنانے، شائع کرنے اور پوری دنیا کے پرنٹ میڈیا کے ذریعے پھیلانے کے والے کون تھے؟

☆ مکہ مکرمہ مسلمانوں کا مقدس مرکز ہے، برطانیہ میں بیشتر بار کلبوں کا نام مکہ رکھتے ذرہ بھر شرم محسوس نہیں کی گئی۔ اس پر ہمارا احتجاج ریکارڈ پر ہے۔

☆ بائبل کورس کے نام پر مسلمان گھرانوں میں بذریعہ ڈاک ارسال کیے جانے والے لٹریچر کے ساتھ خط کی تحریر اشتعال انگیز ہے مثلاً:

(خدا باپ سے یسوع نام میں دعا کیجیے کہ آپ کے نام یہ نادر پارسل کوئی ''دشمن'' گم نہ کردے) (یہ دشمن کون ہوسکتا ہے) (فقط آپ سے التماس کی جاتی ہے کہ ''شر پسند مسلمانوں سے'' ادارہ کی کتب احتیاط سے رکھی جاسکیں) (شر پسند مسلمان کس قدر مہذب لفظ ہے) (سرکلر لیٹر کو بے حد احتیاط سے پڑھیں تاکہ آپ حالات کی نزاکت کے پیشِ نظر ''ہر خطرہ سے بچ کر'' یسوع مسیح کی بابت حقیقتِ صداقت جان سکیں) (گڈ وے سٹونرز)

☆ سہ ماہی خبر نامہ لاہور نے مسلمانوں کے مذہبی راہنماؤں قاضی حسین احمد، مولانا فضل الرحمٰن، مولانا سمیع الحق اور مولانا نیازیؒ کے توہین آمیز کارٹون شائع کیے۔

☆ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی مسلم اکثریت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہا گیا کہ اسلام جھوٹا مذہب ہے۔ یہ سرکلر امریکہ میں چھپا، پاکستان میں تقسیم ہوا:

" Islam the false Gosple:"For mony years Islam has been regarded as "False Gospel" and Christions have soughl to convert Muslims to the only true and loving God, by accepting Christionily.To day there are over one billion muslims.All unoaved, going streight to hell ,all because they seek reconcile and identify Allah who is no God at all."(Luckhoo Minelis P.O.BO.885188 Dallas USA)

مذکورہ اقتباسات کوخصوصاً آخری بہ زبان انگریزی کواور پھر امتیازی سلوک کے خاتمے کے داعی جاوید نذیر سے پوچھئے کہ کیا یہ سطور پڑھ کر اشتعال دلانے والے زبان گدی سے کھینچ لینے کو جی نہیں چاہتا۔اس کے باوجود مسیحی ہرزہ سرائی پر نہ مسلمان مشتعل ہوں اور نہ ہی قانون حرکت میں آئے تو بھی امتیازی سلوک اور امتیازی قانون کا طعنہ دیا جائے۔ جاوید نذیر صاحب نے اپنے مضمون میں "ظلم وستم" کی ایک طویل فہرست دی ہے مگر وہ بھول گئے کہ ان میں سے سبھی کی بنیاد خود مسیحی برادری نے رکھی تھی مثلاً مری یا پنڈی کے چرچ جلانے میں مسیحی نوجوان ملوث تھے۔ پورے اعتماد سے کہا جا سکتا ہے کہ پاکستان میں اقلیتیں تمام تر عزت وفوائد کے باوجود ناشکری کا رویہ اپنائے ہوئے ہیں اور یہ سب غیر ملکی آقاؤں کی خواہشات یا ایجنڈے کی تکمیل کے لیے ہے۔

ہم جناب جاوید نذیر صاحب کو مشورہ دیں گے کہ وہ اظہارِ خیال کے لیے پیش کیے جانے والے تائیدی دلائل کی چھان پھٹک لیا کریں۔ بودی اور غیر ثقہ باتیں جگ ہنسائی کا سبب بنتی ہیں جیسی ان کی موجودہ تحریر جس سے چند اقتباسات نظرِ قارئین کیے ہیں۔ وماعلینا الا البلاغ۔

جمہوریت اور اقتدارِ اعلیٰ

پروفیسر خالد شبیر احمد

اسلام کا تصورِ اقتدارِ اعلیٰ جس قدر صاف اور واضح ہے مغرب کا عطا کردہ تصور اقتدار اعلیٰ اسی قدر ابہام اور تشکیک کا شکار ہے۔ اہل یورپ کے اربابِ فکر ونظر کے سامنے یہ سوال ہمیشہ ایک اہم سوال رہا ہے کہ حاکمیت کس کی ہو اور اقتدار اعلیٰ کس کا تسلیم کیا جائے۔ علم سیاسیات کے مفکرین کے ہاں کبھی بھی اس معاملے میں اتفاق واتحاد نہ ہوسکا بلکہ معاملہ اس قدر حد سے تجاوز کر گیا کہ بعض مفکرین نے سرے سے تصورِ اقتدار اعلیٰ سے ہی بغاوت کر دی۔ ’’نراجیت پسندوں‘‘ کا گروہ اسی نظریے کا قائل ہے کہ ریاست جو کہ اقتدار اعلیٰ کا نشان ہے اسے ہی سرے سے ختم کر دیا جائے اور انسان کو بغیر کسی پابندی کے کھلا چھوڑ دیا جائے کہ معاشرے کی تمام قباحتیں خود ریاست کی پیدا کردہ ہیں۔ جو اپنے پاس اقتدار اعلیٰ کی طاقت رکھتی ہے اور یہ اقتدار اعلیٰ کی طاقت اور قوت اسے قدم قدم پر گمراہ کرتی ہے۔ ریاست کی اساس چونکہ اقتدار اعلیٰ کی قوت پر ہے جو اس قوت سے کام لیتے ہیں گمراہ ہو کر بدکردار ہو جاتے ہیں، اور جن کے خلاف یہ قوت استعمال ہوتی ہے وہ شرفِ انسانیت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا نراجیت والوں کے ہاں بنیادی اصول یہ ہے کہ ریاست ان سے اطاعت کا مطالبہ نہیں کر سکتی۔ ریاست کے نادرشاہی احکامات معقولیت سے سراسر خالی ہوتے ہیں۔ جن سے انسانی اخلاق رفتہ رفتہ کمزور ہو کے رہ جاتا ہے۔ ریاست اقتدار اعلیٰ کے حوالے سے ایک ایسے شر پر مبنی ادارہ ہے جو حق ملکیت کے نظام کی گندگی سے آلودہ نظر آتا ہے۔ ریاست انسان کے نجی ملکیت کے حق کو نہ صرف تسلیم کرتی ہے بلکہ اس کی سرپرستی بھی کرتی ہے۔ جس سے معاشرہ گوناگوں برائیوں کا شکار ہو کر روبہ انحطاط ہو جاتا ہے۔ نجی ملکیت کا حق اور ریاست لازم ملزوم ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کو حیات کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کی برائیوں میں اضافہ کرتے ہیں۔ اس لیے ریاست نہیں ہونی چاہیے۔ نراجیت پسند ریاست کے محض اس لیے قائل نہیں ہیں کہ اس کے پاس اقتدار اعلیٰ کی طاقت ہے، جو ریاست کو ہر لحہ گمراہی کی طرف دھکیلتی رہتی ہے چنانچہ ان کے ہاں اقتدار اعلیٰ کا تصور گمراہی کے سوا کچھ بھی نہیں۔ ان کا قول ہے:

’’فلاں صاحب بہت بلند انسان ہوئے اگر انھیں اقتدار نہ دیا جاتا اور قابلِ صد نفرین وزیر نہ بنتے‘‘

اس نظریے کو پیش کرنے والوں میں

(۱)	بوکونن	bukunin	(۱۸۱۴۔۱۸۷۶)
(۲)	طالسطائی	tolstoy	(۱۸۲۸۔۱۹۱۵)
(۳)	کراپتکن	kropotkin	(۱۸۴۴۔۹۱۲۱)

سرفہرست ہیں۔

اس کے برعکس اقتدارِاعلیٰ جو تصور برطانوی مفکرین، تھامس ہابز، جان لاک، جان بوڈن روسو اور جان آسٹن کے ہاں ملتا ہے اس کے تحت اقتدار اعلیٰ حدودِ ریاست کے اندر ایک عظیم ترین قوت ہے جسے کوئی چیلنج نہیں کرسکتا۔ جس کا عوام اور اس کی تمام انجمنوں پر مکمل اختیار رہے۔ ان کے نظریات کے مطابق اقتدارِاعلیٰ صرف ریاست کا ہی حصہ ہے، جو قابلِ تقسیم، ناقابلِ انتقال، مطلق العنان اور لامحدود اختیار ہے۔ ریاست اسی اقتدار اعلیٰ کی وجہ سے عظیم ادارہ ہے۔ اس کی عظمت کا اقرار جدید مفکر ہیگل (Hegel) بھی کرتا ہے جو نظریۂ مثالیت کا داعی ہے وہ ریاست کو March of Godon earth قرار دیتا ہے۔ وہ ریاست کی قوت کو اقتدارِاعلیٰ میں خدائی اوصاف تلاش کرتا ہے اور ریاست کو عظیم ترین اور قادرِ مطلق سمجھتا ہے۔ اس طرح ہیگل بھی ہابز، لاک اور آسٹن کی طرح ریاست پر اقتدارِاعلیٰ کی اجارہ داری کو تسلیم کرتا ہے۔

پھر جب زمانہ جمہوری اقدار سے متعارف ہوا، تو اقتدارِاعلیٰ کے اس مغربی تصور میں نئی تبدیلیاں پیدا ہونی شروع ہوگئیں۔ جمہوریت کو فروغ حاصل ہوا تو صنعتی میدان میں بھی اہم تبدیلیاں رونما ہوئیں، معاشی بنیادوں پر اہم گروہ تشکیل پذیر ہوئے۔ جن کی وجہ سے ریاست کے بارے میں قائم شدہ نظریات یا اقتدارِاعلیٰ کی بالادستی بھی متاثر ہوئی۔ مغربی مفکرین نے اقتدارِاعلیٰ کے تصور کے بارے میں جو کچھ کہا وہ بالکل نئی بات تھی۔ فلسفیوں کا ایک نیا گروہ آگے بڑھا جس نے ریاست کی مطلق العنانیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور اقتدارِاعلیٰ کو قابل تقسیم قوت قرار دیا۔ معاشرے کے اندر ریاست کے علاوہ دوسری انجمنوں کی اہمیت کو اجاگر کرتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ ریاست بھی دوسری انجمنوں کی طرح ایک انجمن ہے جسے سیاسی ضروریات کی تکمیل کے لیے قائم کیا گیا ہے۔ جب کہ معاشرے کی دوسری انجمنیں معاشی، معاشرتی اور مذہبی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے قائم ہیں اور ان کا کام ریاست کے کام سے کم اہم نہیں ہے لہٰذا اقتدارِ اعلیٰ کی قوت کو محض ریاست کے پاس ہی نہیں رہنا چاہیے بلکہ دوسری تمام انجمنوں میں تقسیم کر دینا چاہیے یہ نظریہ اقتدارِاعلیٰ کے بارے میں ایک نئی سوچ کا حامل تھا۔ جس کے تحت اقتدارِاعلیٰ قابلِ تقسیم قوت قرار پائی۔ فلاسفر کی یہ جماعت تکثیر پرست جماعت کہلاتی ہے اور اس نظریے کو نظریۂ تکثیر پسندی کہا جاتا ہے۔ جرمن فلاسفر گیکی (Gieki) پہلا مفکر ہے جس نے سب سے پہلے اس نظریے کو پیش کیا۔ جدید دور میں لاسکی (Laski) مشہور مفکر ہے جس نے اقتدارِاعلیٰ ریاست کے

ساتھ منسلک رکھنے کی مخالفت کی کیونکہ اس کے نزدیک اس طرح انسان کو مقاصد کے حصول میں بہت سی مشکلات پیدا ہونے کا احتمال ہے۔ لاسکی نے اقتدارِ اعلیٰ کے اس تصور کو چھوڑ دینے کی تلقین کی۔ لِنڈ سے (Lindsy) سرے سے اس اقتدارِ اعلیٰ کو تسلیم ہی نہیں کرتا جو محض ریاست کی ملکیت ہو۔ میٹ لینڈ (Maitland) کول (Cole) کریبے (Krabbe) گلکرسٹ (Guilchrist) بارکر (Brkar) کئی دوسرے مغربی مفکرین اقتدارِ اعلیٰ کی قوت کو معاشرے کی مختلف انجمنوں میں تقسیم کرنے کی حمایت کرتے ہیں۔

اس طرح تکثیر پسندوں کی یہ بات ہابز، لاک، روسو اور آسٹن کے تصورِ اقتدارِ اعلیٰ کے سراسر خلاف ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ہی ہیگل کے مثالیت پسندی کے نظریے کی نفی کرتی ہے۔

فرانسیسی مفکر روسو نے منشائے عوام میں اقتدار اعلیٰ کی قوت میں مضمر دیکھا اور اس قوت کو ریاست کی بجائے عوام کے ساتھ منسلک کر دیا۔ اس طرح روسو نے جدید جمہوریت کی طرف پہلا قدم اٹھایا لیکن حقیقت یہ ہے کہ جیسے جیسے جمہوریت سیاست کے میدان میں آگے بڑھتی گئی۔ ویسے ویسے جمہوریت میں اقتدار اعلیٰ کا تصور دھندلا، مبہم اور تاریک ہوتا گیا۔ آج جمہوری نظام کی پیچیدگی کے سبب صورت حال یہ ہے کہ کسی جمہوری ریاست میں اقتدارِ اعلیٰ کو قوت کو تلاش کرنا ایک بہت ہی مشکل امر ہو چکا ہے۔ اس مشکل کو حل کرنے کے لیے جدید مفکرین علم سیاسیات کو اقتدارِ اعلیٰ کی اقسام میں بانٹنا پڑا تاکہ اقتدارِ اعلیٰ کا یہ تصور باقی رہے لیکن اس کے باوجود یہ بات بڑے اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ جمہوریت میں اقتدارِ اعلیٰ کا تصور غیر واضح ہے جو عام آدمی کی فکری دسترس سے باہر ہے۔ اقتدار اعلیٰ کی اقسام تو اس لیے بنائی گئی تھیں کہ اقتدار اعلیٰ کا تصور صاف اور واضح رہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ ان اقسام نے اقتدار اعلیٰ کو واضح کرنے کی بجائے مزید الجھا کے رکھ دیا ہے۔ برائے نام اور حقیقی اقتدار اعلیٰ قانونی اقتدارِ اعلیٰ (طاقت کا سرچشمہ عوام ہیں) بھی موجود ہے۔ جسے عملی سیاست کے ساتھ بس اتنا ہی سروکار ہے کہ وہ عوام پر انتخاب میں ایک مرتبہ ووٹ دے کر اس کا اظہار کر دیتے ہیں۔ لارڈ برائس کے ہاں عوامی اقتدارِ اعلیٰ جمہوریت کے تصور کی بنیاد بن چکا ہے لیکن جمہوریت کی یہ بنیاد ہی غیر واضح ہے تو پھر اس پر تعمیر ہونے والا جمہوریت کا شیش محل کیسے واضح صورت اختیار کر سکتا ہے۔ کیونکہ اگر عوامی اقتدارِ اعلیٰ سے مراد تمام باشندوں (عوام) کی مرضی لیا جائے تو یہ بالکل غلط ہوگا۔ کیونکہ تمام باشندے ووٹر نہیں ہوتے۔ پھر عوام کوئی منظّم قوت نہیں ہیں جو اپنی قوت کا منظّم طور پر اظہار کر سکیں۔ اور اگر عوام منظّم قوت نہیں تو پھر یہ غیر منظّم قوت اپنے اقتدار اعلیٰ کے حق کو صحیح استعمال کیسے کر سکتی ہے۔ اگر اقتدار اعلیٰ کی ملکیت صرف اور صرف ووٹروں تک ہی محدود کر دی جائے تو پھر بھی اس کا ابہام دور نہیں ہوتا۔ کیونکہ ریاست کے بہت سے باشندے ووٹ دینے کا حق استعمال ہی نہیں کرتے جنہیں سرے سے حقِ ووٹ حاصل ہی نہیں ہوتا گیٹل کے قول کے مطابق کسی ریاست کے صرف بیس فیصد کو ہی ووٹ دینے کا حق حاصل ہوتا ہے اگر اکثریت

کے مفروضے کو مدِ نظر رکھا جائے تو اس کی تہہ میں کل آبادی کی ایک معمولی اقلیت ہی عملی طور پر اقتدارِ اعلیٰ کی مالک نظر آتی ہے جب کہ اکثریت سرے سے عوامی اقتدار اعلیٰ سے نہ تو منسلک ہوتی ہے اور نہ ہی اس کا اظہار کرتی ہے جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ عوامی حاکمیت اعلیٰ کا یہ تصور بذاتِ خود مبہم مشکوک اور غیر واضح ہے۔

یہی صورت حال سیاسی اقتدارِ اعلیٰ کی ہے جس میں ووٹروں کے علاوہ سیاسی کارکن، صحافی، دانش وروں کا شمار ہوتا ہے۔ جن کا کام صرف یہ ہے کہ وہ اپنے سے بڑے افراد یعنی (لیڈران کرام) کی رائے کو معاشرے میں پیش کر کے اس کے حق میں رائے عامہ تشکیل کریں۔ رائے عامہ کی اگرچہ جمہوریت کے اندر بڑی اہمیت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ بیشتر لوگ نہ تو کسی سیاسی معاملے میں دلچسپی لیتے ہیں اور نہ ہی اپنی رائے کو قائم کرنے کی صلاحیت وقابلیت رکھتے ہیں۔ وہ اکثر اوقات ان معاملات سے لاتعلق اور بے خبر ہوتے ہیں جن کے بارے میں ایک رائے ان کے نام سے منسوب ہو جاتی ہے۔ مسٹر لاول (Lovel) کہتے ہیں رائے عامہ کو عوام الناس کی رائے ہونے کے لیے نہ اکثریت کی ضرورت ہے نہ کامل اتفاق کی۔ چند گنے چنے لوگ اپنے وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے پورے معاشرے میں کچھ موثر طبقوں کو اپنا ہمنوا بنا لیتے ہیں اور اپنی اس رائے کو رائے عامہ کا لبادہ پہنا کر اس کے بل بوتے پر اپنی دکان سیاست کو چمکاتے رہتے ہیں۔ جس طرح عوام کا عوامی اقتدارِ اعلیٰ سے عملی طور پر کوئی سروکار نہیں ہوتا بالکل اسی طرح عوام کا رائے عامہ کے ساتھ بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا کیونکہ حقیقتاً رائے عامہ مٹھی بھر لوگوں کی رائے ہوتی ہے اور دوسرے افراد اس رائے کو سوچے سمجھے بغیر اختیار کر لیتے ہیں۔ لیکن جمہوریت میں اسی رائے عامہ کو حکومت کی بنیاد سمجھا جاتا ہے اور یہی رائے عامہ سیاسی اقتدارِ اعلیٰ کے ساتھ نتھی کر دی جاتی ہے۔ عملی طور پر عوامی اقتدارِ اعلیٰ اور سیاسی اقتدارِ اعلیٰ دونوں ایسے عوامی نعرے ہیں جنھیں آنکھ دیکھنے کی گنہگار نہیں ہے، البتہ کان سننے کے مجرم ضرور ہیں۔ یہی حال آئینی وقانونی اقتدارِ اعلیٰ کا ہے اور پھر برائے نام اور حقیقی اقتدارِ اعلیٰ بھی کوئی اتنے موثر انداز میں کاروبارِ حکومت پر اثر انداز نہیں ہوتی۔ کیونکہ وزارتی نظام حکومت میں وزیر اعظم اپنی ذمہ داریوں کے سلسلے میں پارلیمنٹ کے سامنے جواب دہ ہے۔ جسے جس وقت بھی پارلیمنٹ چاہے اپنے منصب سے الگ کر سکتی ہے۔ اب بھلا ایسا حقیقی مقتدر اعلیٰ حقیقتاً مقتدر اعلیٰ ہے بھی جسے ہر وقت اس کے منصب سے اتارا جا سکتا ہو۔ جو اراکین اسمبلی کی حمایت کا محتاج ہو۔ جس کی سوچ، جس کا منصوبہ اور ہر حکمت عملی اور ہر پروگرام کس طرح بھی اس کا اپنا کہلانے کا مستحق نہیں محض پارلیمنٹ سے اس کے نام تھونپ دیا جاتا ہو وہ حقیقی مقتدر کہلانے کا کہاں تک حقدار ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قانونی یا آئینی مقتدر اعلیٰ جو پارلیمنٹ کا دوسرا نام ہے کس حد تک اپنے اس اختیار کو استعمال میں لاتی ہے۔ کیونکہ ہر پارلیمنٹ میں اکثریت اس سیاسی جماعت کی ہوتی ہے جو انتخاب جیت کر پارلیمنٹ میں پہنچتی ہے۔ اب ایک سیاسی جماعت کے ساتھ یہ وابستگی پارلیمنٹ کے ہر رکن کو ان فیصلوں کا پابند کر دیتی ہے۔ جو جماعت کرتی ہے۔ کسی معاملے میں وہ اپنی ایسی انفرادی

رائے کو آگے نہیں بڑھا جا سکتا جس کی حمایت اس کی پارلیمانی پارٹی نہیں کرتی خواہ اس رائے میں عوام، ملک کی فلاح و بہبود کا کتنا ہی راز مضمر کیوں نہ ہو۔ دورِ جدید میں سیاسی جماعتوں کا نظم و ضبط اتنا شدید اور اتنا موثر حیثیت اختیار کر گیا ہے کہ وزیر اعظم بھی اس کی جکڑ بندیوں سے باہر نہیں جا سکتا۔ چہ جائے کہ پارلیمنٹ کا کوئی رکن اس سے بغاوت کی جرات کرے۔

اس ساری بحث سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ جمہوریت میں اقتدارِ اعلیٰ کا تصور انتہائی کمزور اور مبہم ہے پھر جمہوریت کے حوالے سے جو اقتدارِ اعلیٰ کی اقسام بنا دی گئیں ہیں۔ اس سے تو اقتدارِ اعلیٰ کا تصور مضحکہ خیز ہو کے رہ گیا ہے۔ عوام بے چارے سیاسی اقتدار کے ہاتھوں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ جب کہ سیاسی اقتدارِ اعلیٰ، قانونی اور آئینی اقتدارِ اعلیٰ کے سامنے بے بس ہے۔ حقیقی اقتدارِ اعلیٰ قانونی اور آئینی اقتدارِ اعلیٰ کے سامنے سربسجود ہے۔ جب کہ برائے نام اقتدارِ اعلیٰ کو رفتارِ زمانہ سے دستخطوں والی مشین بنا کے رکھ دیا ہے۔ کہ جو کاغذ پارلیمنٹ یا وزیر اعظم کی طرف سے اس کے سامنے پیش کیا جائے اس پر دستخط کر دے اور بس! اس طرح نظام جمہوریت جو جدید دور کا پسندیدہ نظام حکومت ہے اقتدارِ اعلیٰ کے گورکھ دھندوں میں الجھ کر رہ گیا ہے۔

ہے وہ جامہ نہیں جس کا کوئی الٹا سیدھا

لیکن اس کے باوجود اس دور کا دانش ور ایک ایسے نظام حکومت کو پسندیدہ نظام حکومت تصور کرتا ہے جس میں اقتدارِ اعلیٰ کا کوئی واضح تصور سرے سے موجود ہی نہیں

تم جسے چاہو چڑھا لو سر پر
ورنہ یوں دوش یہ کاکل ٹھہرے

جمہوریت میں تو جیسے اقتدار اعلیٰ کا تصور گم ہو گیا ہو، جس کی تلاش میں کئی دروازوں پر دستک دینا پڑتی ہے۔ عوام کے دروازے پر جا کر پوچھنا پڑتا ہے کیا واقعی اقتدارِ اعلیٰ کی قوت آپ کے پاس ہے؟ جواب میں عوام کہتے ہیں کہ ہم میں سے کچھ لوگ حقِ ووٹ سے ضرور سرفراز ہیں لیکن ووٹ دینے کے بعد سب کچھ تو اراکین اسمبلی کے پاس ہوتا ہے۔ جو چاہتے ہیں عوام کے نام پر کرتے چلے جاتے ہیں۔ اصل طاقت تو ملک کی پارلیمنٹ ہے۔ پارلیمنٹ سے سوال کیا جاتا ہے کہ کیا تو مقتدر اعلیٰ ہے؟ تو پارلیمنٹ کی طرف سے جواب ملتا ہے کہ ہمارے ہر کام میں ہماری نکیل تو ملک کے وزیر اعظم کے ہاتھ میں ہے، جس کی ہر بات اور ہر فیصلہ پر ہمیں مہر تصدیق ثبت کرنا پڑتی ہے۔ پھر وزیر اعظم کے مشورے سے پارلیمنٹ کو وقت سے پہلے توڑا جا سکتا ہے۔ اس لیے ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں ملک کا اقتدار اعلیٰ ہے اگر آپ کو اقتدار اعلیٰ کی تلاش ہے تو پھر آپ ملک کے وزیر اعظم کے پاس جائیے۔ شاید وہ آپ کی اس معاملے میں رہنمائی کر سکیں۔ وزیر اعظم کے دروازے پر دستک دی جاتی ہے تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں تو محض عوام کا نمائندہ ہوں جسے ہر وقت

اراکین اسمبلی کوخوش رکھنا پڑتا ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے اقتدار کی ڈور پارلیمنٹ کی خوشی اور اراکین کی رضا کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔ وہ جب چاہیں مجھے میرے منصب سے علیحدہ کر سکتے ہیں تو پھر میں کیسے کہہ سکتا ہوں کہ میں ملک کا مقتدر اعلیٰ ہوں اور اگر یہی سوال صدر ریاست سے کر دیا جائے تو صدر ریاست جواب میں فرماتے ہیں کہ میں تو صرف مہر تصدیق ہوں۔ جو فیصلہ وزیر اعظم اپنی کابینہ کے ہمراہ کرتا ہے مجھے اس کی تصدیق وتوثیق کرنا پڑتی ہے۔ جو بھی قانون پارلیمنٹ پاس کر کے میرے پاس بھیج دے۔ مجھے اس کی منظوری دینا پرتی ہے نام سارا میرا ہی ہے لیکن جہاں تک کام کا تعلق ہے اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ اس لیے میں کیسے اپنے آپ کو مقتدر اعلیٰ کہہ سکتا ہوں۔ پھر اس پہ طرہ یہ ہے کہ مجھے بھی تحریک مواخذہ کے ذریعے منصب سے الگ کیا جا سکتا ہے۔

جس نظام حکومت میں اقتدار اعلیٰ کا تصور اتنا موہوم، مہمل اور کمزور ہو کر رہ جائے۔ دنیا کی ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے کہ انسانیت اس نظام کے دروازے پر ہاتھ جوڑے کھڑی ہے کہ اسی دروازے پر اس کے مسائل کا حل موجود ہے۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ اپنی ذاتی اغراض کے لیے عوام کو مسائل کے بھنور میں دھکیل دیتے ہیں وہ اسی نظامِ حکومت میں پناہ حاصل کیے ہوئے ہیں۔ میری مراد سرمایہ داروں سے ہے۔ کہ جن پر سارا نظام حکومت جسے جمہوریت کہتے ہیں قائم ہے اور جن کو اگر سارے نظام سے الگ کر دیا جائے تو اس نظام کی ساری عمارت ہی زمین بوس ہو کر رہ جاتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو جمہوریت میں اقتدار صرف رؤسا، امراء، کی جیب میں ہوتا ہے جو عوام کے نام پر حکومت کے سنگھاسن پر جب تک چاہتے ہیں براجمان رہتے ہیں۔ اس بحث کی روشنی میں کیا یہ کہنا مناسب نہیں ہے کہ جمہوریت سرمایہ داروں کی حکومت کا دوسرا نام ہے جو صرف سرمایہ داروں کے وسائل اور سرمائے کے بل بوتے پر تشکیل پذیر ہوتی ہے اور سرمایہ داروں کے مفاد کے لیے سرگرم کار رہتی ہے۔

جہاں تک اسلام کے نظام حکومت کا تعلق ہے اقتدار اعلیٰ صاف اور واضح ہے کہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی مقتدر اعلیٰ ہے باقی سب کچھ اس کے تابع ہے۔ عام فرد تو رہا ایک طرف خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس اقتدار میں شامل نہیں کہ وہ وہی کہتے اور کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔ علامہ اقبال نے اسی لیے تو کہا تھا:

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے بس وہی باقی بتانِ آزری

اشتراکیت کے بعد سرمایہ داری کی پسپائی

مولانا محمد احمد حافظ

کیا سرمایہ دارانہ نظام افغانستان میں اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے؟ اس سوال کے مختلف جواب ممکن ہیں۔ ۲۷/ مارچ ۲۰۰۹ء کو امریکی صدر اوباما نے ریاست ہائے متحدہ امریکا کی سلامتی کو پیش نظر رکھتے ہوئے عالم اسلام کے خلاف جاری جنگ کے حوالے سے اپنی حکومت کی حکمت عملی کا اعلان کیا۔ اس پالیسی کے پس منظر میں وہ خوف کارفرما تھا جس کے مطابق افغانستان میں واضح امریکی شکست کے آثار نے ایک اسلامی ریاست کے قیام کو ذہنوں میں ابھارا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ افغانستان (اور اب پاکستان) میں دو عقیدوں اور دو مختلف تصور زندگی کے درمیان لڑی جانے والی خیر اور شر کی جنگ ہے۔ اگر کسی ایک کو شکست ہوئی تو دوسرے کی فتح یقینی ہے۔ ہاں تو اس پالیسی کے مندرجات کے مطابق:

(۱) افغانستان کی صورت حال انتہائی کشیدہ ہے۔

(۲) طالبان بہت سے علاقوں کو اپنے قبضے میں لا چکے ہیں اور ان کی واپسی کابل حکومت اور اتحادی افواج کے لیے بہت بڑا چیلنج ہے۔

(۳) طالبان پاکستان کے شمال مغربی سرحدی صوبے میں بھی بہت سے علاقوں پر اپنا تسلط رکھتے ہیں۔

(۴) اس وقت امریکی قومی سلامتی کا دارومدار افغانستان کی سلامتی پر ہے۔

(۵) عراق جنگ کی وجہ سے افغانستان کو نظر انداز کیا گیا (جس سے پیدا ہونے والی صورت حال سے نبرد آزما ہونے کے لیے شاید کئی دہائیاں درکار ہوں گی)

(۶) افغانستان کی حکومت کرپشن اور بدعنوانی پر قابو پانے میں بالکل ناکام ہو چکی ہے، جس کی وجہ سے لوگوں کو بنیادی سہولیات پہنچانے میں شدید مشکلات کا سامنا ہے۔

(۷) نیٹو اپنے اساسی تصورات سے دور جا چکا ہے اور وہ اپنی افادیت کھو چکا ہے۔

(۸) امریکی عوام کا بڑا حصہ افغانستان میں امریکی جنگ کے حوالے سے تذبذب کا شکار ہے۔

(۹) اس بات کا حقیقی امکان موجود ہے کہ طالبان اور ان کے اتحادی دوبارہ کابل پر قابض ہو جائیں۔

اس پالیسی کے دو پہلو ایسے ہیں جو اسے سابقہ پالیسیوں کے مقابلے میں ممتاز کرتے ہیں:

الف: ''امریکا کا اس خطے میں جنگی محور کو اسی تناسب سے بڑھانا، جس تناسب سے طالبان پیش قدمی (مزاحمت) کر رہے ہیں۔'' اس نکتے کے مطابق امریکی حکومت مجاہدین کے خلاف جاری جنگ کے حوالے سے اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ افغانستان اور پاکستان کے درمیان ایک گہرا تعلق ہے، اس وجہ سے اس خطے کو ایک ہی میدان جنگ تصور کیا جائے گا۔ صدر اوباما نے اپنی تقریر میں کہا ہے کہ طالبان دونوں ممالک کے درمیان زمین کے ایک بڑے حصے پر اپنا کنٹرول رکھتے ہیں۔ اس نکتہ نظر کو دیکھا جائے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امریکا ایک ایسی ریاست کے وجود کو ڈھکے چھپے انداز میں تسلیم کر چکا ہے جو افغانستان اور پاکستان کے مابین موجود ہے، جس پر دونوں ممالک کی افواج کا کوئی قابل ذکر اختیار اور تسلط موجود نہیں ہے۔ چناں چہ اسی نکتہ نظر کے سبب جنگ کا دائرہ بڑھا کر پاکستان کے شمال مغربی حصے کو اس میں شامل کر لیا گیا ہے۔ جہاں اس وقت پاکستانی سیکورٹی فورسز امریکی تعاون سے مجاہدین کے خلاف برسرِ پیکار ہیں۔

ب: امریکا نے مارچ میں جو حکمت عملی اختیار کی اس کا دوسرا پہلو افغان طالبان میں ایسے لوگوں کی تلاش ہے جو مصالحت کرنا چاہتے ہوں اور وہ ڈالر لے کر جہاد چھوڑنے پر آمادہ ہو جائیں۔ حقیقت حال یہ ہے کہ امریکا نے ایسی کوششیں کی بھی ہیں، مثلاً کسانوں کو ٹیوب ویل اور ٹریکٹر فراہم کر کے، جنگجو سرداروں کو بھاری رقوم دے کر ترقی کا خوب صورت خواب دکھا کر، مگر یہ حکمت عملی بایں وجہ ناکام رہی کہ اس نے شادی بیاہ کی تقریبات اور عوامی مقامات پر بمباری کر کے عام اور نہتے شہریوں کو قتل کیا، جس سے عوامی جذبات امریکا سے نفرت اور طالبان سے محبت میں ڈھل گئے۔

ہمیں امریکی یورش کا ایک اور نکتہ نظر سے بھی جائزہ لینا ہے کہ امریکا جب افغانستان پر حملہ آور ہوا تو اس نے کہا کہ ہم افغانستان میں آزادی کو فروغ دیں گے اور جمہوریت لائیں گے۔ ''آزادی'' مذہب سرمایہ داری کا بنیادی عقیدہ اور جمہوریت سرمایہ داری کا سیاسی نظام ہے۔ امریکا نے افغانستان کی اسلامی امارت پر حملہ کیا تھا جو راسخ العقیدہ طالبان پر مشتمل تھی، جنہیں جمہوریت سے کوئی سروکار نہ تھا اور جن کے عقائد کی بنیاد آزادی کی بجائے عبدیت پر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امریکا کا افغانستان پر حملہ محض معاشی اہداف کی بنیاد پر نہیں تھا بلکہ یہ The clash of orders تھا۔

سرمایہ دارانہ نظام محض ایک معاشی نظریہ نہیں، جیسا کہ عمومی طور پر خیال کیا جاتا ہے، بلکہ حیاتِ انسانی کے پورے دائرے کو محیط ایک مذہب ہے جس کی اپنی مابعد الطبیعات اور کونیات ہیں۔ سترہویں اور سولہویں صدی کے فلسفیوں نے عیسائی مذہب کو رد کر دیا تھا جو وحی الٰہی کی بجائے عقلیت پر یقین رکھتا تھا اور خالصتاً انسانی الوہیت پر مبنی عقائد و ایمانیات پر سرمایہ داری کی عمارت کھڑی کی۔ مذہب سرمایہ داری کے مطابق: (۱) انسان قائم بالذات ہے (۲) بندگیٔ اللہ کی بجائے آزادی (بمعنی وحی الٰہی سے بغاوت) ایک غیر متبدل عقیدہ ہے (۳) تمام انسان اپنی خواہشات کی تکمیل میں مساوی

ہیں (۴) ترقی، یعنی اسی دنیا کو جنت بنانا حیاتِ انسانی کا اصل مطمح نظر ہے۔ آپ دیکھیے کہ سرمایہ داری کا یہ فلسفہ دین اسلام سے مکمل طور پر متصادم ہے۔ دین اسلام کے مطابق: (۱) صرف اللہ وحدہ لاشریک قائم بالذات ہے (۲) انسانی فری نہیں بلکہ اللہ کا بندہ ہے (۲) انسانوں میں تقویٰ کی بنیاد پر تفاوت ہے (۴) یہ دنیا ایک مسلمان بندے کے لیے رہ گزر کی حیثیت رکھتی ہے جب کہ حدیث شریف میں ہے **کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل**۔ چناں چہ مسلمان کی ترقی کا معیار آخرت میں کامیابی یعنی رضائے الٰہی اور جنت کا حصول ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ سرمایہ داری کی اساسیات اور اسلامی ایمانیات کا آپس میں کوئی تال میل نہیں ہے، دونوں ایک دوسرے سے متصادم اور متضاد ہیں، ان میں سے ایک شر ہے تو دوسرا خیر ہے۔ خیر بلاشبہ اسلام ہی ہے جو ''الحق'' اور ''الدین'' ہے۔ اسلام سے باہر نہ کوئی خیر ہے، نہ حق ہے۔

تاریخی طور پر سرمایہ داری کے دو مختلف دھارے خطہ زمین پر بروئے کار آئے۔ ایک ''لبرل ڈیموکریٹک کیپٹلزم'' جس کے علمبردار امریکا برطانیہ تھے۔ دوسرا دھارا ''کمیونسٹ سوشل ازم'' دونوں کی اساسیات ایک ہی ہیں یعنی آزادی، مساوات اور ترقی، البتہ تفریعات میں کچھ اختلاف تھا جس کی وجہ سے بعض ظاہر بین حضرات نے کمیونزم کو سرمایہ داری کے علی الرغم اس کے متبادل کے طور پر دیکھا۔ دسمبر ۱۹۷۹ء میں جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو شاید ہی کوئی باور کر سکتا تھا کہ اگلے دس سال بعد دنیا کے نقشے پر سوویت یونین کا وجود باقی نہیں رہے گا۔ افغان مجاہدین نے روس کے خلاف ایک طویل اور زبردست جنگ لڑی، اس جنگ کے دوران دنیا بھر کے مختلف خطوں، نسلوں اور قبائل کے اہل ایمان جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر اس تاریخی میدان جنگ میں کود پڑے اور بالآخر ۱۹۸۸ء کے اواخر میں روسی فوجیں مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے افغان سرزمین سے بھاگ نکلیں۔ اس کے صرف دو سال بعد عظیم سوویت یونین کا شیرازہ بکھر گیا، دیوار برلن گر گئی اور وارسا پیکٹ زمین بوس ہو گیا۔ مذہب سرمایہ داری کا ایک بازو ٹوٹ گیا تھا اور مجاہدین کو بہت بڑی فتح حاصل ہوئی تھی۔ شکست روس کے بعد امریکا واحد سپر پاور کے طور پر ابھر کر سامنے آیا اور سرمایہ داری کی اس محافظ قوت نے ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے ذریعے دنیا پر حکمرانی کا خواب دیکھا۔ اس دوران افغانستان میں ''اسلامی امارت'' قائم ہو چکی تھی اور دنیا بھر کے مسلمان اسے اپنی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز خیال کر رہے تھے۔ امارت اسلامی افغانستان نے اپنے وجود میں دنیا بھر کے مجاہدین کو سمو لیا تھا اور وہ عالمی جہادی ریاست کے طور پر ابھرنے لگی تھی۔ نائن الیون کا واقعہ مجاہدین کے لیے عسکری طور پر بہت زبردست ٹرننگ پوائنٹ ثابت ہوا، امریکا محض خالی خولی دھمکیوں سے گزر کر اپنے بل سے نکلنے اور افغانستان کے تاریخی میدان جنگ میں آنے پر مجبور ہو گیا۔ گو کہ طالبان کی حکومت محض دو ماہ کے عرصے تک ہی امریکی جارحیت کا مقابلہ کر پائی مگر بعد میں اختیار کی جانے والی پسپائی نے حیران کن نتائج دیے۔

۲۰۰۱ء سے اب تک احوال کا تجزیہ کیا جائے تو افغانستان میں شکست امریکا کے ماتھے پر لکھی واضح نظر آ رہی ہے۔ مجاہدین کی فتوحات کا دائرہ بڑھ رہا ہے اور اتحادی افواج کا دائرۂ اقتدار سمٹتے ہوئے چند بڑے شہروں میں محدود ہو رہا

ہے۔ کابل جو اتحادی افواج کا ہیڈکوارٹر ہے مجاہدین کے اقدامی حملوں سے محفوظ نہیں۔ سرمایہ داری کے محافظ امریکا کی جنگ اب اپنی بقاء کی جنگ میں تبدیل ہو چکی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے جنگ کا دائرہ پاکستان کے اندرونی علاقوں تک بڑھا کر ترپ کا آخری پتہ پھینک دیا ہے۔ اب تک کی صورت حال سے محسوس ہوتا ہے کہ پاکستان میں سرمایہ دارانہ نظام زیادہ شدت کے ساتھ جنگ آزما ہے اور مجاہدین کے لیے نہایت کٹھن مرحلے کا آغاز ہو چکا ہے مگر اب شاید یہ اس کے لیے آخری موقع ہے۔ ادھر بقعۂ ایمان یمن اور صومالیہ عالمی جہاد کے میدان بننے والے ہیں۔ امریکا اپنی جنگ کا دائرہ مجاہدین کی توقعات کے عین مطابق بڑھا کر اپنی قوت کو منتشر کر رہا ہے۔ عین ممکن ہے کہ اس میدان جنگ میں امریکا اور اس کے اتحادیوں کو شکست ہو جائے اور دنیا سرمایہ داری کے چنگل سے نکل کر سکھ کا سانس لے سکے۔ نتیجے کے طور پر عالم اسلام پر مسلط بدخصلت اور استبداد و استکبار کی پیکر حکمران قیادتیں فنا کے گھاٹ اتر جائیں۔ ایک عظیم الشان اسلامی امارت و خلافت کا احیاء ہو۔ اہل نظر کہہ رہے ہیں کہ مسلمانوں کے تاج خلافت کو چھنے ہوئے ایک صدی ہونے کو ہے۔ ۱۹۲۴ء میں اسلامی خلافت کا سقوط ہوا، آج ۲۰۰۹ء ہے۔ مجاہدین کی قربانیاں، سنگلاخ چٹانوں اور صحراؤں میں بہنے والا خون ان پاکیزہ گھڑیوں کو قریب سے قریب تر کر رہا ہے۔

اس مرحلے پر چند نہایت اہم امور کی نشان دہی ضروری ہے جنہیں بروئے کار لانا مجاہدین سے باہر کے حلقوں کے لیے نہایت ضروری ہے:

(۱) طالبان کی جدوجہد کو محض افغانستان کی جغرافیائی حدود میں دیکھنے کی بجائے اسے ایک وسیع کینوس میں دیکھا جائے۔

(۲) اس بحث کو ترک کیا جائے کہ کچھ طالبان درست ہیں اور کچھ غلط یہ بحث اور اس کے نتیجے میں ابھرنے والی سوچ مجاہدین کے عالمی جہاد کے کمزور کرنے کا باعث بن رہی ہے۔ وہ علماء اور استعمار کی چاکری کرنے والے دانش ور جو خروج اور جائز و ناجائز کی بے محل اور سراسر فتنہ انگیز بحثیں اٹھا رہے ہیں دراصل استعمار کو زبردست تقویت پہنچا رہے ہیں۔ ان کا تعاقب علمی اور معاشرتی سطح پر از بس ضروری ہے اس لیے کہ اس طرح کے عافیت کوش لوگ امت مسلمہ میں ناسور کی حیثیت رکھتے ہیں، بالکل اسی طرح جس طرح قادیانیت۔

(۳) اتحاد امت جس قدر قبل ازیں ناگزیر تھا آج کے معروضی حالات میں پہلے سے بڑھ کر ناگزیر ہو چکا ہے۔ علماء اور دینی طبقات کا ایک ایسا اتحاد جو مجاہدین کا پشتی بان ہوتا کہ عوامی حمایت اور مجاہدین اسلام کی زبردست قربانیوں کی بدولت انقلاب اسلامی کا سفر تیزی سے کیا جا سکے۔

اے سرورِ کون و مکاں

سید کاشف گیلانی

اے شفیع المذنبیں اے سرورِ کون و مکاں
لُٹ گیا ہے راہِ حق میں اہلِ حق کا کارواں

پھر مسلماں بیٹیوں کی چادریں ہیں تار تار
پھر سے دہرائی گئی ہے کربلا کی داستاں

ماسوا کے آگے دنیا ہوگئی ہے سجدہ ریز
بھیجئے ایسا کوئی جو بت کدے میں دے اذاں

ظالموں پر آسماں سے کیوں عذاب آتا نہیں
جبر و استبداد پر گرتی نہیں کیوں بجلیاں

منتظر بیٹھے ہیں ہم عیسیٰ کی آمد کے حضور
اہل حق کا مٹ نہ جائے دہر سے نام ونشاں

غیر سے انصاف کی امید کرنا ہے فضول
منصفی کو آپ کے در کے سوا جائیں کہاں

اک مسلماں کنجِ دنیا میں سکینت سے نہیں
ہر طرف کرب و بلا ہے ہر طرف آہ و فغاں

ہم خطائیں اس لیے کرتے ہیں بے حد وحساب
آپ کی رحمت ہے ہم پر بے کنار و بے کراں

آپ کے در سے نہ باہر ایک پل کو آؤں میں
مجھ کو دنیا میں اگر مل جائے عمرِ جاوداں

کس سے پوچھوں اے خردمند! یہ سمجھائے گا کون
بستی بستی، قریہ قریہ، اٹھ رہا ہے کیوں دھواں

اُن زمینوں پر ہوس کاروں نے قبضہ کرلیا
دولت ِ ارضی کے پوشیدہ خزانے ہیں جہاں

ہوش مندی چاہیے اہل وطن اس موڑ پر
ہو رہی ہیں سازشیں اہلِ ستم کے درمیاں

مسخروں کے ہاتھ میں ہے مُلک وملت کی زمام
اہلِ دل اس کو سمجھتے ہیں مگر بارِ گراں

ساقیٔ کوثر کے ہاتھوں سے ملیں گے ہم کو جام
آبِ کوثر تشنہ کاموں کے لیے ہے ارمغاں

مختصر ہوتی ہے کاشف جبر ونخوت کی حیات
تُو نے کیا دیکھے نہیں دنیا میں عبرت کے نشاں

☆☆☆

غزل

عابد صدیق مرحوم

چاند کو تیرہ شبی نے دیکھا
ایک لمحے کو صدی نے دیکھا

چاند سے کس نے ملائیں آنکھیں
چاند کو یوں تو سبھی نے دیکھا

شہر میں ہم نے وفا کو ڈھونڈا
دشت آشفتہ سری نے دیکھا

دیکھ کر پھیر لیں آنکھیں جس نے
مڑ کے دیکھا تو اُسی نے دیکھا

درد اٹھا تو سبھی چونک پڑے
چاند نکلا تو سبھی نے دیکھا

وہ مجھی میں جو کبھی رہتا تھا
پھر نہ وہ شخص کسی نے دیکھا

روتے آئے ہیں مسیحا عابدؔ
یہ بھی دن جاں بلبی نے دیکھا

(۱۹۶۲ء)

غزل

محمد مختار علی (جدہ)

افسانے سے بڑھ کر ہے، حقیقت سے زیادہ
کچھ بھی نہیں دنیا میں محبت سے زیادہ

اب کرب ہے آنکھوں میں بصارت سے زیادہ
اب اشک ہیں آئینوں میں حیرت سے زیادہ

خود سے جو ملاقات ادھوری ہے وہ کرلیں
کچھ وقت میسر ہو جو فرصت سے زیادہ

اب کوئی ضرورت ہے، نہ تم پاس ہو میرے
تم تھے تو سبھی کچھ تھا ضرورت سے زیادہ

یہ کارِ محبت ہے ذرا ٹھہریئے صاحب!
ہر کام کو مت کیجیے عجلت سے زیادہ

شہرت کبھی معیار سے بڑھ کر نہیں ہوتی
بولی کہیں لگ جاتی ہے قیمت سے زیادہ

کیا کم ہے کہ اُس در سے بھی ہم کچھ نہیں لائے
ملتا ہے جہاں ظرف کو وسعت سے زیادہ

انساں ہیں، اگر بے سروساماں ہیں تو کیا ہے؟
مت دیکھئے صاحب ہمیں نفرت سے زیادہ

اک عشق ضروری ہے کہ مختارؔ یہ جیون
کچھ بھی نہیں اک عشق کی مہلت سے زیادہ

ملزم ہیں مجرم تو نہیں

شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

کوّے سب دیکھے بھالے
منہ بھی کالا
دل بھی کالے
پینے اور پلانے والے
گلشن بیچ کے کھانے والے
ایرے غیرے
نتھو خیرے
کالے پیلے
لال مچھندر
خانہ دشمن
گھر کے اندر
رند شرابی
رہزن پاپی
مست گلابی
پینے والے
موسیقی پہ جینے والے
مردہ سوچ اور سب کے دشمن
خواب، خیال اور سپنے دشمن
کوڑے کی اک ڈھیری ہیں یہ
رات کی ہیرا پھیری ہیں یہ
کھا پی کر بھی کہتے ہیں یہ
ملزم ہیں
مجرم تو نہیں

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کیا سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے وصی تھے؟

پروفیسر محمد حمزہ نعیم

حسن سے پوچھو علی سے پوچھو تم اس کے بارے نبی سے پوچھو
اندھیری شب میں چراغ بن کر وہ ساری دنیا میں ضَوفشاں تھا

آج کی مختصر نشست میں ہم ایک ایسی بات کا ذکر کیا چاہتے ہیں جو اپنی عمر کی مستعار گھڑیوں میں کسی عالم، کسی قدیم وجدید علم کے حامل سے نہ سنی اور سنی تو ایسے شخص سے سنی جو کہتا ہے تمھیں بنی امیہ سے کیا ملے گا۔ میں نے کہا بنی فلاں، بنی فلاں کسی سے کچھ نہ ملے گا۔ پسرِ نوح کو نوح علیہ السلام سے، پدرِ ابراہیم کو سیدنا ابراہیم سے، نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کو ان کے خاوند نبیوں سے کچھ نہ مل سکا۔ خود باندی آزاد کر کے میلادِ مصطفیٰ منانے والے ابولہب ہاشمی کو اور طالب، ابی طالب ہاشمی سرداروں کو سید ولد آدم علیہ السلام سے صرف محرومی ملی جب کہ حبشہ کے بلال، روم کے صہیب اور ایران کے سلمان کو دو جہاں کی کامیابیاں مل گئیں (رضی اللہ عنہم) یہاں تو فلاں ابن فلاں نیست......اور ہمیں تو جو ملا اصحابِ رسول سے ملا رضی اللہ عنہم۔

خیر عرض کر رہا تھا کہ آج کی ایک نہایت اہم باحوالہ ثبوت حاضر کر رہا ہوں۔ پہلے چند ضروری تمہیدی باتیں پیش خدمت ہیں۔ اجدادِ نبی میں قُصَی کے تین بیٹے عبدالدار، عبدالعزیٰ اور عبد مناف ہوئے۔ عبد مناف چوتھی پشت میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا ہیں اور وہ پانچویں پشت میں سیدنا ابوسفیان کے دادا ہیں۔ عبد مناف کے چار بیٹے سردار ہوئے، عبد شمس، نوفل، مُطَّلِب اور ہاشم۔ ان چاروں کی اولاد کو بنی عبد مناف کہا جاتا ہے۔ بنی عبد مناف کہہ کر ابوجہل نے مقابلہ کی ٹھانی تھی اور سیدنا عباس نے بنی عبد مناف کہہ کر فتح مکہ کے موقعہ پر حضرت عمر کے سامنے حضرت ابوسفیان کی حمایت کی تھی۔ عبیدہ بن حارث بن مُطَّلِب غزوۂ بدر میں شہیدِ اوّل ہیں وہ ہاشمی نہیں ہاشم کے بھائی کے پوتے تھے۔ سیدنا ابوسفیان کی اسلام میں داخلہ میں تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ بنی عبد مناف، بنی عبد شمس اور بنی امیہ تینوں بڑے خاندانوں کے سردار تھے اور ایک وجہ یہ تھی کہ وہ قریش اور قبائل مکہ کے جنگی اور دفاعی امور کے ذمہ دار اور قریش کے قومی پرچم عقاب کے علمبردار تھے۔ جنگی خدمات کے علاوہ انھوں نے مکہ مکرمہ میں ایک تعلیمی ادارہ کی بنیاد رکھی تھی اور آغازِ اسلام میں جو سترہ اٹھارہ افرادِ قریش بشمول سیدنا عمر بن خطاب اور سیدنا معاویہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے انھوں نے اسی مدرسہ سے تعلیم حاصل کی تھی (تاریخ مکہ) قربت اور دوستی بنی عبد مناف کی شاخوں بنی ہاشم بنی عبد شمس اور بنی امیہ میں ایسی تھی کہ حرب بن امیہ، جد النبی حضرت عبدالمطلب کے ندیم کہلاتے تھے۔

حضرت عبدالمطلب نے اپنی دو بیٹیوں کی شادی کریز بن ربیعہ اور حارث بن حرب کے ساتھ کر دی تھی۔ یہ ایسے رشتے ہیں جن کا انکار ناممکن ہے۔ دونوں عزیز بیٹیاں بنی امیہ خاندان میں بیاہی تھیں۔ پھر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک بیٹی بنی عبدشمس کے ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے نکاح میں اور یکے بعد دیگرے دو بیٹیاں سیدنا عثمان بن عفان اموی کے نکاح میں دی تھیں۔ سیدنا حسین نے اموی سردار ابوسفیان کی بہن میمونہ کی بیٹی سے شادی کی اور نبی مکرم نے سیدنا ابو سفیان کی بیٹی سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کو نجاشی شاہ حبشہ کے ذریعے پیغام بھیج کر نکاح کا شرف بخشا تھا۔ اور سیدنا ابوسفیان ابھی داخل اسلام بھی نہ ہوئے تھے۔ انھوں نے کہا تھا ''ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میری بیٹی کے ہم کفو ہیں۔'' یہ رشتے ناتے حادثۂ کربلا کے بعد بھی جاری رہے جو بنی عبد مناف کی ہاشمی، عبشمی اور اموی شاخوں میں محبت ومودت کی دلیل ہیں۔ اس وقت ہمارا یہ موضوع نہیں ہے...... سیدنا عثمان بن عفان کے دادا العاص، سیدنا معاویہ کے دادا حرب کے بھائی تھے اس طرح گویا چچازاد بھائی ہوکر وہ قصاص عثمان کے مطالبے میں حق بجانب تھے۔ سیدنا امیر معایہ، سیدنا عمر بن خطاب کے بعد سیدنا عثمان کی طرف سے شام کے گورنر بھی تھے اس لحاظ سے بھی وہ قصاص عثمان کا مطالبہ کر رہے تھے جب کہ ایک عام صحابی سے کبار صحابہ تک مثلاً سیدنا طلحہ الخیر، سیدنا زبیر بن عوام (حضرت علی کے پھوپھی زاد بھائی) ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم بھی قصاصِ عثمان کا مطالبہ اس لیے کر رہے تھے کہ خونِ عثمان اتنا مقدس اور قصاص اتنا ضروری ہے کہ اس کے لیے ہم غزوۂ حدیبیہ میں نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت علی الموت بھی کر چکے ہیں۔ یہ تین وجوہات ہوگئیں (۱) بحثیت چچازاد بھائی ہونے کے (۲) بحثیت ان کی طرف سے ذمہ دار (گورنر) مقرر ہونے کے (۳) غزوۂ حدیبیہ میں نبی مقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے قصاص عثمان کے لیے بیعت لینے کی وجہ سے۔ چوتھی اور شاید سب سے اہم وجہ وہ تین میں سے تیسری پیشکش یا تجویز ہے جو حضرت امیر معاویہ نے عرض کی تھی اور حضرت عثمان نے ان کو وصی بنادیا تھا، اگر علماء حضرات حضرت عثمان کے اس وصی بنانے کا ذکر وضاحت کے ساتھ کر دیا تو یہ الزام کہ انھوں نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے انکار کیا تھا، اس کی توجیہہ اور وضاحت آسان ہو جائے۔ یہی بات مجھے محترم رفیق پروفیسر خان محمد چاولہ (سابق صدر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ گورنمنٹ کالج لاہور) نے بتائی کہ مولانا مودودی نے اپنے مقصد کی روایتیں تو لے لیں مگر جو روایت ان کے خلاف جاتی تھی وہ نہیں لی۔

الامامه والسیاسیة (منسوب بہ ابن قتیبہ دینوری) صفحہ ۲۹ پر لکھا ہے:

حضرت معاویہ نے سیدنا عثمان کو تین باتیں پیش کی تھیں تیسری: '' **قَالَ اِجْعَلْ لِیَ الطَّلَبَ بِدَمِکَ اِنْ قُتِلْتَ قَالَ نَعَمْ هٰذِهٖ لَکَ اِنْ قُتِلْتُ فَلَا یَطِلُّ دَمِیْ** ''

ہاں اگر میں شہید ہو جاؤں تو تو میرے خون کا مطالبہ کرے گا یہ تجھے اختیار دیتا ہوں۔ میرا خون رائیگاں نہ جائے۔ اس طرح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے عم زاد بھائی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ولی الدم اور وصی الدم بھی تھے تو مطالبہ قصاص ان کو ضروری تھا۔

اکھنڈ بھارت۔ مرزائیوں کا عقیدہ

پروفیسر محمود الحسن قریشی مرحوم

مرزا بشیر الدین کا الہام سر ظفر اللہ کا باؤنڈری کمیشن میں سازشی کردار:

تحریکِ تحفظِ ختمِ نبوت کے اکابر شروع دن سے قوم اور حکمرانوں کو خبردار کرتے چلے آ رہے ہیں کہ مرزائی اکھنڈ بھارت کے حامی ہیں اور اسکا قیام موسیو بشیر الدین کے جھوٹے الہام کی بنیاد پر ان کے عقیدہ میں شامل ہے۔ اگر مرزائی اس مقصد میں کامیاب نہ ہوئے تو ان کی بھرپور کوشش ہوگی کہ پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنا دیا جائے کیونکہ قادیانی مذہب کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کیلیے ایک لادین ریاست کا ہونا ضروری ہے۔ اس لیے جہاں مرزائی اپنی بھرپور توانائیاں پاکستان توڑنے میں صرف کر رہے ہیں وہاں ان کی کوشش یہ بھی ہے کہ بعض لادین سیاسی لیڈروں سے گہرے روابط قائم کر کے پاکستان کی اسلامی حیثیت کو ختم کیا جائے اور اسے سیکولر سٹیٹ قرار دلوایا جائے۔ یہ ایک گھناؤنی سازش ہے جس کو پروان چڑھانے کے لیے نہ صرف لادین اور ملک دشمن سیاستدانوں کو خریدا گیا بلکہ بے ضمیر قلم فروشوں کے ایک طائفۂ خبیثہ سے بھی سودے بازی کی گئی جس کے تحت نام نہاد دانش وراپنے اخباری کالموں، فضول قسم کے مقالات اور کرائے پر لکھے جانے والے مضامین میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں کہ قائدِ اعظم پاکستان کو سیکولر سٹیٹ بنانا چاہتے تھے۔ حالانکہ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا۔ دوسری طرف اسرائیل وہ واحد ملک ہے جو یہودیت کے نام پر وجود میں آیا۔ لیکن مرزائیوں نے پاکستان کے استحکام و بقاء کی بجائے اسرائیلی مفادات کے تحفظ کے لیے کام کیا جس کا ثبوت اسرائیل میں قادیانی مشن کا قیام ہے۔ یہ قادیانیوں کی منافقانہ اور مسلم کش پالیسیاں ہی تھیں جن کی وجہ سے ہمیشہ پاکستان کو نقصان پہنچا۔ ایم ایم احمد قادیانی نے یحییٰ خان حکومت کے اقتصادی مشیر کی حیثیت سے ملک کی اقتصادی پالیسیوں کو برباد اور کھوکھلا کر کے رکھ دیا اور آنجہانی سر ظفر اللہ نے وزارتِ خارجہ میں رہ کر ملک دشمن خارجہ پالیسیاں بنائیں اور وزارتِ خارجہ کو مرزائیت کی تبلیغ کیلیے وقف کر دیا۔ اس نے قائدِ اعظم کی وفات پر اس لیے ان کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا کہ وہ قادیانی عقیدہ کے مطابق مسلمانوں اور قائدِ اعظم کو کافر سمجھتا تھا۔ سر ظفر اللہ نے قائدِ اعظم کا ساتھ کیوں دیا؟ اور وہ مسلم لیگ میں کیوں شامل ہوا؟ ممتاز بھارتی صحافی جمنا داس اختر نے اپنے ایک کالم میں اس راز سے پردہ

اٹھایا ہے سے روزنامہ جنگ لاہور نے ۲۴ مئی ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں صفحہ اول پر کچھ اس طرح شائع کیا ہے:

☆...... ''سر ظفر اللہ بھارت میں ہی رہنا چاہتے تھے۔''

☆...... ''سردار پٹیل کی مخالفت کی باعث انھوں نے قائدِ اعظم سے سمجھوتہ کر لیا۔''

☆...... ''انھوں نے بتایا دیا تھا کہ پاکستان میں قادیانیوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔'' (جمنا داس اختر)

نئی دہلی (رپورٹ: مقبول دہلوی) بھارتی صحافی جمنا داس اختر نے اپنے ایک کالم میں لکھا ہے کہ پاکستان کے سابق قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان تقسیمِ ہند کے خلاف تھے۔ خلیفہ قادیان مرزا بشیر الدین محمود تقسیمِ ہند سے بہت پہلے کانگرس کے بہت نزدیک آ گئے تھے۔ تقسیم ہند سے دو سال پہلے انجمنِ احمدیہ قادیان کے سالانہ جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے خلیفۂ قادیان نے کانگرس کی تعریف کی تھی۔ وہ احمدیوں کو انڈین کانگرس میں شرکت کرنے کی ہدایت جاری کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے سر ظفر اللہ خاں نے خلیفۂ قادیان کو بتا دیا تھا کہ برطانوی حکومت ہندوستان کو بہر صورت تقسیم کرنا چاہتی ہے اور پاکستان میں احمدیوں کی زندگی خطرہ میں پڑ جائے گی۔ اس لیے احمدیوں کو بھارت میں ہی رہنا چاہیے۔ مگر سردار پٹیل نے سر ظفر اللہ خاں کو انڈین وزارت میں لیے جانے کی تجویز کی شدید مخالفت کی اور یوں سر ظفر اللہ نے قائدِ اعظم سے سمجھوتہ کر لیا اور مسلم لیگ میں شامل ہو کر عبوری وزارت میں شامل ہو گئے۔''

اس پوری خبر میں بہت سے سوالات کا شافی جواب موجود ہے۔ قادیانیوں نے پاکستان کا ساتھ صرف اپنا سیاسی مفاد حاصل کرنے کیلیے دیا بلکہ شروع دن سے ہی اس ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ پاکستان کا خاتمہ اور اکھنڈ بھارت کا وجود نہ صرف قادیانیوں کی سیاسی ضرورت ہے بلکہ انکا مذہبی عقیدہ بھی ہے اور اسی عقیدے کے تحت یہ ''عارضی پاکستان'' کے حامی بنے اور اب اسی عقیدہ کے تحت اسے توڑنے کی کوشش کر رہے ہیں اس کے لیے ثبوت مرزا بشیر الدین محمود کا وہ الہام ہے جو ان کے اپنے اخبار ''الفضل'' قادیان میں شائع ہوا۔ اکھنڈ بھارت کا پورا الہام ملاحظہ فرمائیں:

امیر المؤمنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد بررہ اللہ کا تازہ ترین الہام

اکھنڈ ہندوستان

(مجلس عرفان مورخہ ۳ ماہ شہادت)

قادیان، ۳ / ماہ شہادت، آج بعد نماز مغرب حضور نے چودھری اعجاز نصر اللہ صاحب ابنِ جناب چودھری اسد اللہ خان صاحب بیرسٹر ایٹ لاء کا نکاح محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ بنتِ خلیفہ عبدالرحیم صاحب جموں کے ساتھ تین ہزار روپیہ

حق مہر پر پڑھا اور دعا فرمائی اور اس کے بعد مجلس میں رونق افروز ہو کر جو ارشادات فرمائے اُن کا ملخص پیش کیا جاتا ہے:

ابتدا میں حضور نے اپنا ایک رویا بیان فرمایا جس میں ذکر تھا کہ گاندھی جی آئے ہیں اور وہ حضور کے ساتھ ایک ہی چار پائی پر لیٹنا چاہتے ہیں اور ذرا سی دیر لیٹنے پر اٹھ بیٹھے اور گفتگو شروع کر دی۔ دورانِ گفتگو میں حضور نے گاندھی جی کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ سب سے اچھی زبان اردو ہے۔ گاندھی جی نے اس کی تصدیق کی۔ اسکے بعد حضور نے فرمایا دوسرے نمبر پر پنجابی ہے۔ گاندھی جی نے اس پر اظہارِ تعجب کیا مگر مان گئے۔ اس کے بعد رؤیا میں نظارہ بدل گیا اور حضور گاندھی جی کے کہنے پر عورتوں میں تقریر کرنے کے لیے تشریف لے گئے مگر وہ بہت تھوڑی آئی ہوئی تھیں اس لیے حضور نے تقریر نہ فرمائی۔

اس رؤیا کی تعبیر میں حضور نے فرمایا کہ یہ موجودہ فسادات کے متعلق ہے اور اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہندو مسلم تعلقات اس حد تک نہیں پہنچے کہ صلح نہ ہو سکتی ہو ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جلد کوئی بہتر صورت پیدا ہو جائے۔ اس کے بعد ایک دوست نے اپنی دو خوابیں بیان کیں جو موجودہ فسادات کے متعلق تھیں۔

سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا جہاں تک میں نے ان پیشگوئیوں پر نظر دوڑائی ہے۔ جو مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فعل پر جو مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے وابستہ ہے غور کیا ہے کہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں ہمیں دوسری اقوام کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ مشارکت رکھنی چاہیے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کی گئیں پیش گوئیاں بھی جو ہندوؤں کے متعلق ہیں اسی طرف اشارہ کرتی ہیں (مثلاً جے سنگھ بہادر، مرزا غلام احمد کی جے اور رودر گوپال تیری مہما گیتا میں لکھی ہے) کہ اللہ تعالیٰ ہندو قوم میں بھی ہمیں خاص کامیابی دے گا اور انہیں حلقہ بگوش احمدیت ہونے کی توفیق ملے گی۔ ہندوستان میں تین مذہبی جماعتیں پائی جاتی ہیں اور ساری دنیا میں بھی ان کو بہت بڑی اکثریت حاصل ہے۔ باقی قومیں کل آبادی کا پانچواں چھٹا حصہ ہیں۔ مسلمان اور عیسائی پچاس پچاس کروڑ کے قریب ہیں اور ہندو تیس کروڑ۔ یہ کل ایک ارب تیس کروڑ عظیم ترین اکثریت ہے دنیا کی کل آبادی ہے دو عرب ہے اور باقی ساری قومیں اور مذاہب ستر کروڑ بنتے ہیں۔ ان تینوں قوموں کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خاص طور مبعوث فرمایا گیا ہے اور ان تینوں قوموں کو راہِ راست پر لانا حضور کا اصل کام ہے۔ مسلمانوں کے لیے حضور کو مہدی مقرر کیا گیا ہے۔ ہندوؤں کے لیے کرشن اور عیسائیوں کے لیے مسیح بن کر آئے ہیں اور یہ صاف بات ہے کہ یہ تینوں قومیں صرف ہندوستان میں احمدیت کو مان لیں تو باقی دنیا کا ماننا کوئی مشکل نہیں۔ ہندوستان بہت وسیع ملک ہے اور اسے احمدی بنانا بہت مشکل کام ہے۔ مگر یہ جتنا مشکل کام ہے اتنے اسکے نتائج شاندار ہیں اور یہ اتنی مضبوط اور وسیع بیس ہے کہ اس پر جتنی بڑی عمارت بنائی جائے بن سکتی ہے۔ اگر سارا ہندوستان احمدی ہو جائے تو باقی دنیا کو احمدی بنانے کے

لیے ایک احمدی کے حصہ میں صرف تین یا چار شخص آتے ہیں۔ جنہیں وہ نہایت آسانی سے احمدی بنا سکتا ہے اور کوئی مشکل نہیں حقیقت یہی ہے کہ:

''ہندوستان جیسی مضبوط بیس جس قوم کو مل جائے اس کی کامیابی میں کوئی شک نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کی اس مشیت سے کہ اس نے احمدیت کے لیے اتنی وسیع بیس مہیا کی ہے۔ پتہ لگتا ہے کہ وہ سارے ہندوستان کو ایک سٹیج پر جمع کرنا چاہتا ہے اور سب کے گلے میں احمدیت کا جوا ڈالنا چاہتا ہے اس لیے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ہندو مسلم سوال اٹھ جائے اور ساری قومیں شیر وشکر ہو کر رہیں تا کہ ملک کے حصے بخرے نہ ہوں۔ بے شک یہ کام بہت مشکل ہے مگر اس کے نتائج بہت شاندار ہیں اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری قومیں متحد ہوں تا کہ احمدیت اس وسیع بیس پر ترقی کرے چنانچہ اس رویاء میں اس طرف اشارہ ہے۔ ممکن ہے عارضی طور افتراق ہو (اسی لیے جماعتِ احمدیہ کا الہامی عقیدہ ہے کہ پاکستان کا وجود عارضی ہے) اور کچھ وقت کے لیے دونوں قومیں جدا جدا رہیں ..... مگر یہ حالت عارضی ہوگی اور ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ جلد دور ہو جائے بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اکھنڈ بھارت بنے اور ساری قومیں باہم شیر وشکر ہو کر رہیں۔'' (مرتبہ: منیر احمد ونیس احمدی۔ مندرجہ اخبار ''الفضل'' مورخہ ۱۵/ اپریل ۱۹۴۷ء)

اس الہام کی روشنی میں قادیانیوں کے کردار کا ۱۹۴۷ء سے لے کر اب تک جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انھوں نے اپنے مذموم ارادوں کی تکمیل کے لیے باؤنڈری کمیشن میں ظفر اللہ کی شرکت سے ہی کام شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ یہ مسلم لیگی وکیل تھا، اس لیے اس نے کیس کچھ طرح تیار کیا کہ مسلم اکثریتی ضلع گورداسپور کو طشتری میں سجا کر بھارت کو پیش کر دیا جس سے راوی کا پانی اور کشمیر میں داخلے کا راستہ خود بخود انڈیا کو مل گیا۔ ان احمقانہ اور تباہ کن تجاویز کے پیچھے کون سے ہاتھ کارفرما تھے؟ ان کو دیکھنے کے لیے مرزا بشیر الدین محمود کا یہ الہام اور سر ظفر اللہ کی کتاب ''تحدیثِ نعمت'' میں ان کا یہ انکشاف ملا کر دیکھئے:

''خلیفۃ المسیح الثانی مرزا بشیر الدین محمود نے مسلم لیگ کا کیس تیار کرنے میں گراں قدر مدد فرمائی اور اپنے خرچ پر دفاعی امور کے ماہر پروفیسر سپیٹ کی خدمات انگلستان سے حاصل کی گئیں۔ جو نقشہ جات کی مدد سے تمام دفاعی پہلو سر ظفر اللہ کو سمجھاتا رہا۔''

تقسیمِ ہند کے موقع پر سر ظفر اللہ کے گھناؤنے سازشی کردار کا تجزیہ کرتے ہوئے جناب سلیم الحق صدیقی اپنے مضمون ''تقسیمِ ہند اور مرزائی'' میں لکھتے ہیں کہ:

''اسی سلسلہ میں ایک نظریہ یہ ہے کہ قادیانی اپنے مرکز قادیان کو کسی صورت میں بھی پاکستان میں شامل ہونا پسند نہ کرتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ قادیان ہندوستان میں زیادہ محفوظ رہے گا اور اگر کبھی پاکستان سے انہیں فرار ہونا پڑے تو وہ بھاگ کر اپنے اصل مرکز میں واپس آسکیں۔ جیسا کہ معلوم ہے کہ قادیان میں مرزائی لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد اب بھی موجود ہے۔ قادیان کیونکہ ضلع گورداسپور میں واقع تھا اور یہ ضلع پاکستان کو عارضی تقسیم میں مل

گیا تھا۔ لہٰذا مرزا محمود سخت پریشان تھا اور حد بندی کمیشن کے روبرو بحث میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی اور وہاں جا کر گھنٹوں بیٹھے رہنا اس کی بے قراری کو ظاہر کرتا تھا۔ پروفیسر اسپیٹ جو غالباً جغرافیہ کا پروفیسر تھا اس سے نقشے بنوا بنوا کر دیکھنا صرف ایک ایسے حل کی تلاش تھی جو ضلع گورداسپور کو پاکستان سے نکال دے۔''

موجودہ دور میں بھی قادیانی ۱۹۴۷ء والے الہام کی روشنی میں اپنے مذہبی عقیدے کی تکمیل کے لیے کوشاں ہیں پاکستان میں ثقافت کے نام پر دین سے بیزاری کا ماحول پیدا کرنا، مذہبی منافرت کو عام کرنا، لسانی عصبیتوں کو ہوا دے کر پاکستان میں صوبائی تعصب پیدا کرنا، ماڈرن ازم اور وسیع النظری کی آڑ میں مذہب کا مذاق اڑانا اور پاکستان میں فسادات برپا کرنا قادیانی لابی کا نصب العین ہے۔ انھوں نے پاکستان کو کس حد تک تسلیم کیا ہے۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ انھوں نے آج تک جتنے مردے دفن کیے ہیں سب امانتاً رکھے ہیں تاکہ اکھنڈ بھارت جیسا خوف ناک خواب شرمندۂ تعبیر ہونے کی صورت میں انہیں قادیان دفن کیا جا سکے اور ان تمام قبروں پر اس قسم کی عبارت کے کتبے آج بھی درج ہیں۔ یہ وصیت گاندھی کے قاتلوں سے ملتی ہے کیوں کہ انھوں نے بھی وصیت کی تھی کہ ہماری راکھ کو اکھنڈ بھارت بننے کے بعد دریائے سندھ میں بہایا جائے۔

اس وقت پاکستان میں جو فسادات رونما ہو رہے ہیں اور جس طرح خاک وخون کی ہولی کھیلی جارہی ہے اس میں قادیانی نہایت اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ان کی ہر ممکن کوشش ہے کہ خدانخواستہ پاکستان کو نقصان پہنچا کر کسی نہ کسی طرح **''اکھنڈ ہندوستان''** کا ناپاک منصوبہ مکمل کیا جائے۔ علامہ اقبال مرحوم نے قادیانیوں کا تجزیہ کرتے ہوئے پنڈت نہرو کو ایک خط میں لکھا تھا کہ:

''قادیانی اسلام اور ملک دونوں کے غدار ہیں''

اسکے علاوہ اپنے ایک مقالہ میں انھوں نے تحریر کیا کہ:

''قادیانیت یہودیت کا چربہ ہے''

لہٰذا آج ضرورت اس بات کی ہے کہ تمام محبِّ وطن حلقے ان غدارانِ وطن کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں اور حکومت ان کا مکمل محاسبہ کرے تاکہ ان کی ملک دشمن سازشیں کامیاب نہ ہوسکیں۔

☆☆☆

سجاد ظہیر کی مہم جوئی: چند مزید حقائق

شکیل عثمانی

راولپنڈی سازش یا پاکستان میں فوجی انقلاب لانے کی پہلی کوشش کے محرکات پر گفتگو کرتے وقت یہ امر سامنے رکھنا چاہیے کہ سازش کے مرکزی کردار چیف آف اسٹاف میجر جنرل اکبر خان ایک لبرل اور بائیں بازو کی طرف رجحان رکھنے والے شخص تھے۔ ۱۹۴۸ء میں کشمیر کے محاذ پر پاکستانی افواج کے ایک بریگیڈیئر نے ان کی قیادت میں نمایاں پیش قدمی کی تھی۔ وہ بجا طور پر سمجھتے تھے کہ کمانڈر انچیف جنرل گریسی کی ایماء پر سیاسی قیادت نے کشمیر میں جنگ بندی کر کے سنگین غلطی کی ہے جس سے کشمیر کاز کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔

بہرحال اپنی مہم جوئی میں میجر جنرل اکبر خان نے پاکستان کمیونسٹ پارٹی کے رہنماؤں سے رابطہ کیا جو اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اس میں شرکت پر آمادہ ہو گئے۔ معروف کمیونسٹ رہنما طارق علی اپنی کتاب Pakistan: Military Rule or People's Power شائع کردہ جوناتھن کیپ لندن میں لکھتے ہیں: ''سجاد ظہیر نے مجھے بتایا کہ ان کی میجر جنرل اکبر خان سے ایک کاک ٹیل پارٹی میں ملاقات ہوئی۔ جنرل نے یہ موضوع چھیڑ دیا اور منشور اور ممکنہ لائحہ عمل تیار کرنے میں مدد کی درخواست کی۔ کمیونسٹ پارٹی کی قیادت نے اس پیشکش کو قبول کر لیا اور فوجی افسروں کے ساتھ کئی اجلاسوں میں شرکت کی۔ آخرکار یہ فیصلہ ہوا کہ اس منصوبے کو کچھ عرصے کے لیے مؤخر کر دیا جائے، لیکن ایک سازشی، یہ خوف محسوس کرتے ہوئے کہ بعد کے کسی مرحلے میں حقیقت آشکار ہو سکتی ہے، مخبر بن گیا اور ''سازش'' بے نقاب ہو گئی۔ فوجی افسران اور کمیونسٹ رہنما گرفتار کر لیے گئے۔'' (ص ۴۵)

راولپنڈی سازش میں قادیانی فیکٹر (Qadiani Factor) بھی ہے۔ اس سازش کے سلسلے میں پہلا اجلاس اٹک قلعہ میں ہوا جس کی صدارت ایک سکہ بند قادیانی میجر جنرل نذیر احمد نے کی۔ بریگیڈیئر (ر) گلزار احمد سابق ڈائریکٹر ملٹری انٹیلی جنس نے ایک انٹرویو میں کہا: ''راولپنڈی سازش کیس ۱۹۵۱ء میں سامنے آیا لیکن اس تقریباً دو سال قبل ۱۹۴۹ء کے اوائل میں میجر جنرل نذیر احمد اس وقت کے لیفٹیننٹ کرنل عبداللطیف (جو بعد ازاں بریگیڈیئر کی حیثیت میں پنڈی سازش کیس میں ملوث ہوئے) ایبٹ آباد میں میری رہائش گاہ پر آئے۔ میں بریگیڈیئر تھا۔ گویا میجر جنرل نذیر احمد

میرا باس تھا اور کرنل لطیف میرا جونیئر تھا۔ انھوں نے رات کا کھانا میرے ساتھ کھایا اور تین گھنٹے تک وہاں ٹھہرے رہے۔ یہ دونوں مجھے قائل کرنے کی کوشش کرتے ہے کہ خان لیاقت علی خان کی حکومت ٹھیک کام نہیں کررہی، اس لیے اس کا تختہ الٹ دینا چاہیے۔ وہ فوجی انقلاب برپا کرنا چاہتے تھے۔ میں نے کہا: اگر آپ لوگ سیاست کرنا چاہتے ہیں تو وردی اتار دیں، یہ حلف سے غداری ہے، نظم و ضبط کے خلاف ہے۔ اس پر میجر جنرل نذیر نے کہا: ڈسپلن کے بارے میں تمہارے خیالات بہت فرسودہ ہیں۔ اور یہی جملہ میری سالانہ خفیہ رپورٹ میں بھی لکھ دیا۔ اس سے پہلے میں تحریری طور پر میجر جنرل نذیر احمد کو یہ اطلاع دے چکا تھا کہ میرے پڑوس میں بریگیڈ ئیر اکبر خان کے بریگیڈ میں فوجی انقلاب کے بارے میں باتیں ہورہی ہیں۔ لیکن نہ صرف میری اس اطلاع کو نظر انداز کر دیا گیا بلکہ میجر جنرل نذیر خود سازشیوں کی سرپرستی فرمانے لگے۔''

(''پاکستان میں فوجی بغاوتیں''، مرتبہ: مقبول ارشد، ص ۲۸)

بریگیڈ یئر گلزار احمد نے اس انٹرویو میں میجر جنرل نذیر احمد کے قادیانی Connections کا بھی ذکر کیا ہے۔ بہرحال سازش میں قادیانی فیکٹر کی تفصیلات میرے علم میں نہیں ہیں۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ میجر جنرل نذیر احمد کو راولپنڈی سازش کیس میں سب سے کم سزا سنائی گئی۔ جن Civilians کو اس سازش میں سزائیں سنائی گئیں۔ ان میں سجاد ظہیر کے علاوہ فیض احمد فیض اور محمد حسین عطا تھے۔

(ہفت روزہ ''فرائیڈے اسپیشل''، کراچی، ۲۹ر جنوری ۲۰۱۰ء)

☆☆☆

ماہانہ مجلس ذکر و اصلاحی بیان
29 اپریل 2010ء
جمعرات بعد نماز مغرب
ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان
دار بنی ہاشم
مہربان کالونی ملتان
الداعی　سید محمد کفیل بخاری ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان　061-4511961

تاریخہائے ولادت وشہادت
پروفیسر سید محمد ذوالکفل بخاری شہیدؒ

ضیاء الرحمٰن جالندھری (جامعہ خیر المدارس، ملتان)

۱	بسم اللّٰہ الشھیدالمھیمن الولی الرحمٰن الرحیم	۱۳۸۹ھ	ولادت
۲	فقال اللّٰہ المنعم القھار: خلقه فقدره	۱۹۶۹ء	ولادت
۳	قال اللّٰہ الباری: وسلم علیه یوم ولدویوم یموت ویوم یبعث حیا	۱۹۶۹ء	ولادت
۴	نسب: سید ابوعطاء المکرمؒ مکیؒ ابن سید محمد وکیل ابن سید محمد شفیعؒ بن سید علی محمدؒ	۱۹۶۹ء	ولادت
۵	ولادت سید صاحبؒ نواسہ امیر شریعتؒ	۱۹۶۹ء	ولادت
۶	ولادت جمالِ ایزد ابن سیدہ ام کفیل شاہ بخاری	۱۹۶۹ء	ولادت
۷	ولادت عجائب زمانہ سید محمد ذوالکفل شاہؒ	۱۹۶۹ء	ولادت
۸	ولادت از: اولاد حسینؓ سید ابوعطاء المنعم شاہؒ نواسہ سید عطاء اللہ شاہؒ	۱۹۶۹ء	ولادت
۹	قال اللّٰہ المحصی: ان المتقین فی مقام امین	۱۴۳۰ھ	شہادت
۱۰	لقد قال اللّٰہ النصیر: فان الجنة ھی الماویٰ	۱۴۳۰ھ	شہادت
۱۱	ولقد قال اللّٰہ المؤمن المجیب: ان للمتقین مفازاً	۱۴۳۰ھ	شہادت
۱۲	ولقد قال اللّٰہ الرؤف: ان الا برار لفی نعیم	۱۴۳۰ھ	شہادت
۱۳	انما قال الحمید: وادخلی جنتی	۱۴۳۰ھ	شہادت
۱۴	کنت منقحا مات شھیداً	۱۴۳۰ھ	شہادت
۱۵	سیدنا عاش عبقا مات شھیداً	۱۴۳۰ھ	شہادت
۱۶	رضی اللّٰہ الدیّان المبین عنه	۱۴۳۰ھ	شہادت
۱۷	شہادت سید ابوعطاء المکرم نوّر اللّٰہ المبین مرقده	۲۰۰۹ء	شہادت
۱۸	جام اجل ابوعطاء المنعمؒ مدفن احاطۂ بنی ہاشم جنت المعلی مکہ مکرمہ	۲۰۰۹ء	شہادت
۱۹	آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم اولاد علیؓ عالیجاہ سید ابوعطاء المکرم شاہ بخاریؒ	۲۰۰۹ء	شہادت
۲۰	ادیبؒ جام اجل یکشنبہ پندرہ نومبر سن دوہزار نو	۱۴۳۰ھ	شہادت
۲۱	والا جاہؒ کی کل عمر ہجری حساب سے اکتالیس سال دو ماہ پچیس دن تھی	۲۰۰۹ء	شہادت
۲۲	سیدنا ابوعطاء المکرمؒ کی عمر کے کل دن چودہ ہزار چھ سو تیرہ دن ہے	۲۰۰۹ء	شہادت
۲۳	از: خادم شہیدؒ ضیاء بن سعید حجازی	۲۰۰۹ء	شہادت
۲۴	وماتوفیقی الّا باللّٰہ المنعم المحسن المؤمن المھیمن الوکیل الکبیر المبین	۲۰۰۹ء	شہادت

زباں میری ہے بات ان کی

ساغر اقبالی

☆ زرداری آگ لگاتے، گیلانی پانی ڈالتے ہیں۔ (چودھری نثار)

ایک سب آگ، ایک سب پانی   دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں

☆ غربت، مہنگائی، لوڈ شیڈنگ کا احساس ہے، ریلف دیں گے۔ (وزیر اعظم گیلانی)

فی الحال تو تکلیف دیں گے۔

☆ مشرف سے مفاہمت، زہر کا پیالہ تھا۔ (خورشید شاہ)

اور یہ ''زہر کا پیالہ'' بڑے بڑے جغادری پیتے رہے۔

☆ ہمارے ایٹم بم، امن کے بم ہیں۔ (بھارتی سائنسدان)

ان سے ''آشا'' کے پھول جھڑتے ہیں۔

☆ ۸۲ فیصد عوام مشرف کے ساتھ ہیں۔ (شیر افگن)

عقل نئیں تے موجاں ای موجاں!

☆ کرپشن کی انتہا ہوگئی۔ این آر او زدگان کی بھی چھترول ہونی چاہیے۔ (عمران خان)

''لذتِ پاپوشِ جاناں حلوۂ بادام ہے''

☆ لال مسجد میں جاں بحق ہونے والے افراد کا ریکارڈ طلب۔ (ایک خبر)

جو چپ رہے گی زبانِ خنجر، لہو پکارے گا آستین کا

☆ جیک آباد پولیس اہل کاروں کا سبزی فروش پر تشدد۔ موٹر سائیکل تلے روندتے رہے۔ (ایک خبر)

اک ذرا صبر کہ فریاد کے دن تھوڑے ہیں   لیکن اب ظلم کی میعاد کے دن تھوڑے ہیں

☆ پرویز مشرف ایک لیکچر کا دو لاکھ ڈالر لیتے ہیں۔ (ڈاکٹر شیر افگن)

اور حساب کتاب ڈاکٹر صاحب رکھتے ہیں۔

☆ یکم اپریل سے بجلی ۶ فیصد مہنگی۔ بحران کے ہم ذمہ دار نہیں، قدرت ہے۔ (وفاقی حکومت)

ظالموں کی عجب منطق ہے، آسمانوں سے وبال آتے ہیں
اپنے اعمال کا سب بارِ گراں اللہ پہ ڈال آتے ہیں

ادارہ

اخبار الاحرار

تحفظ ختم نبوت کانفرنس چناب نگر:

رپورٹ: مولوی کریم اللہ، یاسر عبدالقیوم، شاہد حمید

تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء کے دس ہزار شہداء ختم نبوت کی یاد میں دوروزہ سالانہ ختم نبوت کانفرنس کے پہلے روز ۲۶رفروری کو نماز جمعۃ المبارک سے قبل پہلی نشست کا آغاز مولانا محمد طیب چنیوٹی کی تلاوت قرآن کریم سے ہوا جناب حافظ محمد اکرم نے نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز حاصل کیا جبکہ جماعت کے مرکزی ناظم اعلیٰ عبداللطیف خالد چیمہ نے افتتاحی کلمات ادا کیے اور کانفرنس کے شرکاء کا خیر مقدم کیا۔ جماعت اسلامی پاکستان کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر **فرید احمد پراچہ** نے اوّلین خطاب میں کہا کہ اسلام کی بنیاد ہی ختم نبوت پر قائم ہے۔تحریک ختم نبوت تمام مکاتب فکر کا متفقہ پلیٹ فارم ہے کوئی مسلمان منکرین ختم نبوت کو برداشت نہیں کرسکتا۔مجلس احرار اسلام نے تحفظ ختم نبوت کے لیے تاریخی کردار ادا کیا ہے جو پوری امت کا اثاثہ ہے۔انھوں نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے انسانیت کو اسلام اور قرآن کریم ملا۔انھوں نے کہا کہ گیارہ ارب سے زیادہ رقم مسلمانوں کی امریکی بنکوں میں جمع ہیں۔ پاکستان پہلی ایٹمی اسلامی طاقت ہے لیکن مسلمانوں کا خون پانی سے سستا بہہ رہا ہے۔قادیانی امریکہ، اسرائیل، بھارت کے ایجنٹ ہیں۔ ہماری تمام مشکلات کا حل اس میں ہے کہ اسلام بور نظام حیات نافذ کیا جائے۔نائن الیون کے بعد ۸۲ ہزار غیر مسلم مسلمان ہوئے اسلام دنیا کو جوڑنے اور امن کا دین ہے۔اکیسویں صدی اللہ کے فضل سے اسلام کے غلبے کی صدی ہے۔**مولانا صاحبزادہ عزیز احمد** نے کہا کہ عقیدہ ختم نبوت کے لیے کام کرنا اور شہداء ختم نبوت کے مشن کو آگے بڑھانا، دنیا و آخرت کی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ اخلاص نیت کے ساتھ ہم دینی جدوجہد کو منظّم کرنے والے بن جائیں اور مساجد و مدارس پر کفریہ یلغار کا مقابلہ کرنے والے بن جائیں۔**عبداللطیف خالد چیمہ** نے کہا کہ دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور منظر کو ملحوظ رکھ کر قادیانی فتنے اور اس کی تباہ کاریوں سے امت کو بچانے کے لیے مؤثر لابنگ اور اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم نے تمام مکاتب فکر کو ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر اکٹھا کر کے ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت چلائی، انہی شہداء ختم نبوت کے خون بے گناہی کے صدقے قادیانی پوری دنیا میں شکست سے دوچار ہوئے اور اسمبلی کے فلور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے۔انھوں نے کہا کہ قادیانی امریکی دہشت گرد تنظیم بلیک واٹر کا پاکستانی ایڈیشن ہے جو پاکستان میں دہشت گردی اور فرقہ وارانہ فسادات کی جڑ ہے۔**قاری شبیر احمد عثمانی** نے کہا کہ ختم

ِ نبوت ایک مقدس مشن ہے۔مجلس احرارِ اسلام نے قادیانیوں کی سرگرمیوں کے سامنے مضبوط بند باندھا ہے۔مجلس احرار ِ اسلام عالمی سطح پر جس انداز میں اس محاذ کومنظم کر رہی ہے وہ نہایت قابل تحسین ہے۔کانفرنس کی دوسری نشست سے خطاب کرتے ہوئے مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی نائب ناظم **سید محمد کفیل بخاری** نے کہا کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہونے کا وقت قریب تر آرہا ہےاور قادیانی فتنہ اپنے منطقی انجام تک پہنچنے کی طرف بڑھ رہا ہے۔انھوں نے کہا کہ ایوان صدر اور گورنر ہاؤس میں براجمان قادیانی گھناؤنا کردار ادا کررہے ہیں ہم ایسی تمام سازشوں پر پوری نظر رکھے ہوئے ہیں جبکہ حکومت ارتدادی سرگرمیوں کو پرموٹ کرکے ملک کے نظریاتی وجغرافیائی تشخص کو منہدم کرنے والوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے۔خطبہ جمعتہ المبارک سے قبل **قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری** نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پوری دنیا میں مسلمانوں کی جنگ عقیدے کی بنیاد پر ہے۔انھوں نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد تمام ادیان منسوخ ہوگئے۔انھوں نے کہا کہ قادیانیت اسلام کی ضد ہے۔عقیدہ ختم نبوت پر ہونے والے ہر وار کا مقابلہ کیا تھا اور کرتے رہیں گے۔انھوں نے کہا کہ ملکی سلامتی کے حوالے سے قادیانیوں کی سرگرمیاں سوالیہ نشان ہیں جبکہ قانون نافذ کرنے والے ادارے مجرمانہ غفلت کا شکار ہیں۔بعد نماز جمعتہ المبارک دوسری نشست سے خطاب کرتے ہوئے ممتاز عالم دین **مولانا قاری شبیر احمد عثمانی** (فیصل آباد) نے کہا کہ یہ کائنات حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وجود میں آئی جو گروہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی، مسیح موعود یا مجدد مانتا ہے وہ اسلام کی تعلیمات سے صریحاً غداری کر رہا ہے۔اس گروہ کے خلاف امت نے ہمیشہ ایک اکائی کا مظاہرہ کیا۔

کانفرنس کی آخری نشستوں کی صدارت مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی نائب امیر پروفیسر خالد شبیر احمد اور حاجی محمد اشرف تائب نے کی جبکہ انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ کے امیر مولانا عبدالحفیظ مکی (مکہ مکرمہ)، پاکستان شریعت کونسل کے سیکرٹری جنرل مولانا زاہد الراشدی، اہل سنت والجماعت پاکستان کے سربراہ مولانا احمد لدھیانوی، انٹرنیشنل ختم ِ نبوت مومنٹ کے مرکزی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر احمد علی سراج (کویت)، قاضی محمد ارشد الحسینی (اٹک)، مولانا امداد الحسن نعمانی (برمنگھم)، انٹرنیشنل ختم نبوت مومنٹ پاکستان کے سربراہ مولانا محمد الیاس چنیوٹی (ایم پی اے)، محمد اسلم علی پوری (ڈنمارک)، مولانا ظفر احمد قاسم (وہاڑی)، مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، قاری محمد یوسف احرار، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد اصغر عثمانی، جمعیت علماء اسلام (س) کے مرکزی رہنما مولانا عبدالخالق، عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت اسلام آباد کے سیکرٹری جنرل قاری عبدالوحید قاسمی، مولانا تنویر احمد علوی (اسلام آباد)، مولانا عزیز الرحمٰن خورشید (بھیرہ)، جامعہ امدادیہ فیصل آباد کے مولانا محمد آصف، مولانا ملک خلیل احمد (چنیوٹ)، قاری عبدالحفیظ قادری (اسلام آباد)، مولانا منظور احمد (چیچہ وطنی)، مولانا محمد عمر شاہد (جامعہ رشیدیہ ساہیوال)، حافظ عبدالرحیم نیاز (رحیم یار خاں)، مولانا کریم اللہ (ظاہر پیر) اور کئی دیگر مقررین نے خطاب کیا جبکہ مکہ مکرمہ سے مولانا عبدالحفیظ مکی، پیر طریقت سید جاوید حسین شاہ، سید محمد زکریا شاہ سمیت متعدد مشائخ وعلماء کرام اور دینی رہنماؤں ومبصرین اور صحافیوں نے

بھی خصوصی شرکت کی۔ مولانا عبدالحفیظ مکی نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں شہید ہونے والے دس ہزار فرزندانِ توحید کے مقدس خون کی خوشبوئیں پورے عالم میں پھیل چکی ہیں اور فتنۂ قادیانیت ہر جگہ ذلت و رسوائی سے دوچار ہو رہا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اکابرِ احرار خصوصاً امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم کا فیض ہے کہ عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ کی جدوجہد نے پوری دنیا کا احاطہ کرلیا ہے اور قادیانی گروہ کو ہر جگہ منہ کی کھانی پڑ رہی ہے۔ قاضی محمد ارشد الحسینی نے کہا کہ ختم نبوت کی اس کانفرنس میں ہماری شرکت ایک عظیم مقصد کے لیے ہوتی ہے۔ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کا تقاضا ہے کہ قادیانیوں سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھا جائے۔ مولانا محمد احمد لدھیانوی نے کہا کہ عالمی مجلس احرارِ اسلام کی قربانیوں کی بدولت ہم آزادی کے ساتھ تحفظِ ختم نبوت اور تحفظ ناموس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جنگ لڑ رہے ہیں، شہداء ختم نبوت نے ہمارا سفر آسان کر دیا ہے۔ انھوں نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دشمن ہمیں کسی صورت گوارا نہیں۔ مسلمان تمام انبیاء کرام اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برحق مانتے ہیں۔ اِن کی توہین کرنے والے کو برداشت نہیں کیا جاسکتا جس اسمبلی اور جس حکومت نے قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کرنے کی کوشش کی اس دن ہمارا جینا محال ہو جائے گا۔ حق اور اہل حق پر حکومتی پابندیوں کو پوری قوت سے رَد کرنے کا اعلان کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کو ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ انھوں نے کہا کہ لاہور کی سڑکوں کو کھودا جائے تو نیچے سے شہداء ۱۹۵۳ء کا خون باہر آ نکلے گا۔ مال روڈ آج بھی اس ظلم کی گواہی دے رہی ہے۔ مولانا زاہد الراشدی نے کہا کہ میں قادیانیوں سے کہتا ہوں وہ مسیلمہ کذاب کا کردار ترک کر کے سیدنا حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے کردار کے حامل بن جائیں تو ہم انھیں سینے سے لگانے کو تیار ہیں۔ انھوں نے کہا کہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی مشکلات میں اپنے حوصلے کو بلند رکھا اور صحابہ کو حوصلہ دیا اور کھڑا کیا مسلمانوں کو چاہیے کہ وائٹ ہاؤس کے سامنے اپنا مورال بلند کریں مشکلات سے نہ گھبرائیں۔ اُسوہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنائیں زندہ قومیں آزمائش میں گھبراتی نہیں بلکہ اپنی حکمت عملی کا جائزہ لے کر اپنی صف بندی درست کرتی ہیں۔ ڈاکٹر احمد علی سراج نے کہا کہ احرار ''ایوان محمود'' کے سامنے مقام محمود والے کا نعرہ بلند کر رہے ہیں ہم انھیں سلام پیش کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ہم یہاں دعوتِ اسلام دینے کے لیے آئے ہیں اور اس طرح سے قادیانیوں کو دعوت دینی ہے کہ مرزائی اسلام کے جھنڈے تلے آجائیں اور جہنم کا ایندھن بننے سے بچ جائیں۔ انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ عالمی سطح پر مجلس احرار اور تحریک ختم نبوت کی معاونت کو اپنے لیے سعادت سمجھتی ہے۔ مولانا امداد الحسن نعمانی نے اپنے خطاب میں کہا کہ یورپی یونین کی مالی امداد سے برمنگھم میں بننے والے قادیانی مشن وسنٹر کے بالکل قریب ۲/۱ کروڑ کی مالیت سے گرجا گھر خرید کر ختم نبوت سنٹر قائم کر دیا گیا ہے جو جھوٹی نبوت کے پیروکاروں پر برطانیہ میں ضرب کاری ہے۔ انھوں نے کہا کہ عالمی سطح پر قادیانیوں گڑ کے بارے میں تمام مذاہب کے لوگوں کو حقیقت بتانا ہماری ذمہ داری ہے اور پرامن طریقے سے یہ کام جاری رکھا جائے گا۔ محمد اسلم علی پوری (ڈنمارک) نے کہا کہ مرزا قادیانی شریف انسان بھی کہلانے کا حق دار نہیں۔ مرزا مسرور مسلمانوں کا سامنا نہیں کرسکتا۔ قادیانی اسمبلی

اور عدالتی فیصلوں کو سبوتاژ کرانے کے لیے پوری دنیا میں لابنگ کر رہے ہیں لیکن یہ فیصلے ختم کرانے والے خود ختم ہو جائیں گے۔ مولانا ظفر احمد نے کہا کہ ختم نبوت کا روشن چراغ قیامت تک اپنی روشنیوں سے دنیا کو منور کرتا رہے گا۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو ماننے والے دھوکے میں ہیں۔ ہمارے لیے شرف ہے کہ ہم چناب نگر کی ختم نبوت کانفرنس میں مرزائیوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہے ہیں۔ مولانا عبدالخالق نے کہا کہ مجلس احرارِ اسلام نے امیر شریعت کے مشن تحفظ ختم نبوت کو آگے بڑھایا ہے۔ اسلام آباد/ راولپنڈی کے علماء اور دینی حلقے مجلس احرار کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ قاری عبدالوحید قاسمی نے کہا کہ آزاد کشمیر کی اسمبلی نے سب سے پہلے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا مسئلہ کشمیر اِس لیے کھڑا ہوا کہ قادیانیوں نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے جو بیان داخل کیا وہ بیان تحریک پاکستان اور نظریہ پاکستان کی نفی تھا۔ مولانا تنویر احمد علوی نے کہا کہ مرزائیت یہودیت کا چربہ ہے۔ قادیانی گروہ یہود و نصاریٰ کے اسلام دشمن اور مسلم کُش ایجنڈے پر کام کر رہا ہے۔ مولانا عزیز الرحمٰن خورشید نے کہا کہ قادیانی فتنے کے خلاف منظّم جدوجہد پر تمام مکاتب فکر کے علماء کرام مبارک باد کے مستحق ہیں۔ قادیانیت نئے زاویے سے سامنے آرہی ہے۔ آج پھر حضرت امیر شریعت مرحوم کے ۱۹۵۳ء والے تاریخی کردار کو پوری طرح زندہ کرنے کی ضرورت ہے اتحاد و اتفاق ہی میں برکت ہے۔

کانفرنس تین بجے سہ پہر ختم ہوئی تو حسب سابق مجاہدین ختم نبوت اور احرار رضاء کاروں کے جلوس کے لیے ڈگری کالج کے قریب روڈ پر سرخ ہلالی پرچم کثرت سے لہرا رہے تھے۔ ہجوم اتنا تھا کہ مسجد احرار سے جلوس کا دوسرا کنارہ نظر نہیں آرہا تھا۔ تحریک ختم نبوت کے مطالبات پر مبنی رنگ برنگے بینرز نے ایک سماں باندھ رکھا تھا۔ ناظم اجتماع حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر، میاں محمد اویس، مولانا محمد مغیرہ، اشرف علی احرار شرکاء جلوس کو ہدایات دے رہے تھے۔ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری، پروفیسر خالد شبیر احمد، سید محمد کفیل بخاری، عبداللطیف خالد چیمہ اور دیگر رہنماؤں کی قیادت میں جلوس روانہ ہوا تو چناب نگر کی فضا ''نعرۂ تکبیر۔ اللہ اکبر، محمد ہمارے صلی اللہ علیہ وسلم۔ بڑی شان والے، فرما گئے یہ ھادی، لا نبی بعدی، جب تک سورج چاند رہے گا، بخاری تیرا نام رہے گا۔ غلامیٔ رسول میں موت بھی قبول ہے'' سے گونج اٹھی۔ تقریباً ایک کلومیٹر لمبا جلوس جب چناب نگر کے مرکزی اقصیٰ چوک پہنچا تو سید محمد کفیل بخاری نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسلام امن کا دین ہے اور ہم چناب نگر کو دجل کی بجائے امن کا شہر بنانا چاہتے ہیں۔ ہم اچھے اخلاق کے ساتھ مرزائیوں کو دعوتِ اسلام دیتے ہیں کفر وارتداد اور فتنوں کے خلاف آواز دینا اور صدا لگانا شیوۂ احرار ہے۔ دعوت کا یہ عمل ان شاء اللہ تعالیٰ قیامت تک جاری رہے گا۔ چناب نگر کی تاریخ کا طویل ترین جلوس درود شریف کا ورد کرتے ہوئے اقصیٰ چوک سے ''ایوانِ محمود'' کے عین سامنے پہنچا تو وہاں جلوس ایک بہت بڑے جلسۂ عام کی شکل اختیار کر گیا جہاں مولانا محمد مغیرہ نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ قادیانیو! ہم آپ کے در پر دستک دینے کے لیے آئے ہیں کہ حق کی شناخت کرو اور کفر کو چھوڑ دو، دامن محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ ہو جاؤ کہ یہی دنیا و آخرت میں رسوائی سے بچنے کا ذریعہ ہے۔ عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ چناب نگر میں ہم ۲۷ رفروری ۱۹۷۶ء کو داخل ہوئے اور آج ۲۷ رفروری ۲۰۱۰ء ہے، ۳۴ برس میں ہم نے چناب نگر میں لاء اینڈ آرڈر پیدا نہیں کیا۔ ہم جھگڑے کے لیے نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی

حقیقت بتانے آئے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ ایوانِ صدر اور گورنر ہاؤس پنجاب کی بالکونیوں میں قادیانیوں کی تعداد خطرناک حد تک بڑھ چکی ہے جو ملکی سلامتی کے حوالے سے ایک خطرناک سوالیہ نشان ہے؟ چناب نگر اور سندھ کے بعد اسلام آباد میں قادیانی جماعت کی طرف سے وسیع رقبوں کی خرید سے دہشت گردی کو فروغ ملے گا، حکومت نوٹس لے اور امتناع قادیانیت ایکٹ کے حوالے اپنی ذمہ داریاں پوری کرے ورنہ ہولناک کشیدگی جنم لے گی جس کی ذمہ داری قانون نافذ کرنے والے اداروں اور قادیانیوں پر ہوگی۔ قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری نے اپنے اختتامی خطاب میں کہا کہ ہمارا قافلہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ترتیب دیا تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوتا ہوا آج بھی حق کا پھریرا لہرا رہا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے سدباب کے لیے جو قافلہ تشکیل فرمایا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اس پر عمل فرمایا۔ احرار اور ختم نبوت کا قافلہ اُسی قافلے کا تسلسل ہے۔ انھوں نے نہایت دُکھ بھرے لہجے میں کہا کہ مرزائیو! تم ہماری لٹی ہوئی متاعِ گراں ہو تم اِرتداد کو چھوڑ توبہ کر کے واپس آجاؤ تم ہمارے بڑے بھائی۔ انھوں نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب گالیوں سے بھری ہوئی ہیں۔ انھوں نے کہا کہ احمدی ہم ہیں قادیانی احمدی نہیں ہوسکتا محمدی بھی ہم، احمدی بھی ہم۔ انھوں نے کہا جھوٹ بولنے والا نبی، مسیح موعود یا مجدد نہیں، دجال اور کذاب ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ ہم دنیا کے کونے کونے تک اِس فتنے کا ہر ممکن تعاقب جاری رکھیں گے۔ انھوں نے کہا کہ مرزا قادیانی انگریز کا پیدا کردہ جھوٹا مدعی نبوت تھا اس کی امت بھی جھوٹ کی پیروی کر رہی ہے ہم تو حق سنتے اور سناتے رہیں گے چاہے کچھ بھی ہو جائے۔ انھوں نے کہا کہ قادیانی اپنی متعینہ اسلامی اور قانونی حیثیت اور دائرے کو تسلیم کرلیں تو لڑائی کا انداز بدل جائے گا۔ انھوں نے کہا کہ بھٹو نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا تھا پیپلز پارٹی کو بھٹو کے اس کردار سے انحراف یا غداری نہیں کرنی چاہیے۔

قراردادیں

کانفرنس اور جلوس کے اختتام پر مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے قراردادیں پیش کیں تمام شرکاء نے ہاتھ اٹھا کر پرجوش انداز میں قراردادوں کی تائید کی۔ مجلس احرارِ اسلام کے زیرِ اہتمام سالانہ تحفظِ ختمِ نبوت کانفرنس کا عظیم اجتماع ملک کی موجودہ سنگین صورتحال پر شدید تشویش واضطراب کا اظہار کرتا ہے اور اس منظر کو پوری قوم کے لیے المیہ سمجھتا ہے کہ:

● پاکستان کی سالمیت اور خودمختاری، حکومتی پالیسیوں کے باعث خطرات وخدشات سے دوچار ہوچکی ہے۔ ● پاکستان کی داخلی حدود میں ڈرون حملوں کے تسلسل نے بین الاقوامی سرحدوں کا تقدس پامال کردیا ہے۔ ● ملک کی اسلامی نظریاتی حیثیت کے گرد شکوک وشبہات کا جال بچھا دیا گیا ہے۔ ● بے روزگاری، مہنگائی اور لوڈشیڈنگ نے عوام کی زندگی اجیران کردی ہے۔
● میڈیا اور دیگر ذرائع ابلاغ کے ذریعہ بے حیائی اور عریانی کو فروغ دے کر اسلامی ثقافت کے اثرات کو مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ● حکومت کی دوغلی پالیسی کے باعث قادیانیوں، گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ملحدین کی سرگرمیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ● دستورِ پاکستان کی سلامی دفعات، تحفظِ ختمِ نبوت کے دستوری، قانونی فیصلوں کیخلاف سازشوں کا سلسلہ

آگے بڑھتا نظر آرہا ہے۔ ● دینی مدارس پر جا بجا چھاپوں کے ذریعہ اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والوں کو خوف وہراس کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ ● نصاب و نظام تعلیم سے اسلامی حصوں کو خارج کرنے کے لیے بتدریج اقدامات کیے جارہے ہیں جس کے نتیجے میں نئی نسل کا بحیثیت مسلمان تشخص مجروح ہو رہا ہے یہ اجتماع سمجھتا ہے کہ یہ صورتحال پاکستان کے اسلامی تشخص اور دستور کی اسلامی دفعات کو نظر انداز کرنے اور ملکی معاملات میں غیر ملکی مداخلت کا راستہ دینے اور مغربی آقاؤں کی ہر خواہش کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینے کی مذموم حکومتی روش کا منطقی نتیجہ ہے اور حالات کی اصلاح کی اس کے سوا کوئی صورت ممکن نہیں کہ اس پالیسی پر نظر ثانی کی جائے اور ملک کے اسلامی تشخص اور قومی خود مختاری کی بحالی کے لیے فوری اقدامات کیے جائیں۔ یہ اجتماع ملک کی تمام دینی وسیاسی قوتوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ پاکستان کی نظریاتی حیثیت، قومی خود مختاری کے تحفظ اور عوامی مشکلات و مسائل کے حل کے لیے مشترکہ طور پر سنجیدہ محنت کا اہتمام کریں۔ ● ختم نبوت کانفرنس کا یہ اجتماع ملک کے اندر قادیانیوں کی بڑھتی ہوئی سازشوں اور ریشہ دوانیوں پر شدید احتجاج کرتا ہے اور ملک کے اندر سیاسی ابتری میں قادیانیوں کی سازشوں کو ایک بنیادی کردار قرار دیتا ہے۔ ● یہ اجتماع حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ فوج اور سول کے کلیدی عہدوں پر مسلط قادیانیوں کو برطرف کیا جائے اور بیرون ممالک سفارت خانوں سے بھی قادیانیوں کو ہٹایا جائے۔ ● مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے۔ ● امتناع قادیانیت آرڈیننس مجریہ ۱۹۸۴ء پر مؤثر عمل درآمد کرایا جائے۔ ● ملک میں بڑھتی ہوئی مہنگائی کو کنٹرول کیا جائے۔ ● ملک میں بدامنی اور قتل وغارت پر قابو پایا جائے۔ ● داخلی اور خارجی محاذ پر ملک کی نظریاتی اساس کے مطابق پاکستان کے امیج کو حقیقی معنوں میں اجاگر کیا جائے۔ ● امریکہ نواز پالیسی ترک کر کے خود مختاری اور قومی وقار کو بحال کیا جائے۔ ● قادیانی اوقاف کو سرکاری تحویل میں لیا جائے۔ ● روزنامہ ''الفضل'' سمیت تمام قادیانی رسائل وجرائد پر پابندی عائد کی جائے۔ ● نصاب تعلیم میں عقیدۂ ختم نبوت اور شان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعلق تفصیلی مواد شامل کیا جائے۔ ● سیاسی جماعتوں کی آپس کی خانہ جنگی سے ملک کو پھر نئے تجربے سے نہ گزارا جائے۔ ● عوام کی جان ومال کی ذمہ داری ریاست کی ہے۔ حکمرانوں کو اس مسئلہ میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرنی چاہئیں۔ ● اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد کرایا جائے۔ ● قادیانیوں کو کلمہ طیبہ اور شعائرِ اسلامی کے استعمال سے قانوناً روکا جائے۔ ● قادیانی عبادت گاہوں کی مساجد سے مشابہت ختم کرائی جائے۔ ● یہ اجتماع چناب نگر میں قادیانی تسلط پر تشویش کا اظہار کرتا ہے کہ مسلمانوں کو چناب نگر میں آزادانہ نقل وحرکت اور کاروبار کے لیے قانونی تحفظ فراہم کیا جائے نیز چناب نگر میں قادیانی لیز ختم کر کے رہائشیوں کو مالکانہ حقوق دیئے جائیں۔ ● یہ اجتماع مطالبہ کرتا ہے کہ لاہوری وقادیانی مرزائیوں سے متعلق ۱۹۷۴ء میں قومی اسمبلی میں ہونے والی کاروائی کو سرکاری طور پر منظر عام پر لایا جائے۔ ● حکومت پاکستان مظلوم فلسطینیوں کی ہر فورم پر حمایت کرے اور تمام اسلامی ممالک کو مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے آواز بلند کرنے کے لیے آمادہ ومنظم کرے۔ ● اقوام متحدہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کے خلاف بین الاقوامی سطح پر مؤثر قوانین واضع کرے اور قادیانیوں کو اسلام کا ٹائٹل استعمال کرنے سے روکنے کے لیے اقدامات کرے۔ ● یہ اجتماع اسلام آباد میں قادیانی جماعت چناب نگر کے نام پر وسیع رقبوں کی

خرید کو ملکی سلامتی کے لیے خطرناک قرار دیتے ہوئے حکومت سے مطالبہ کرتا ہے کہ قادیانی اِرتداد کے اڈے بند کیے جائیں اور اسرائیل کی طرز پر وسیع رقبوں کی خرید کے اصل مقاصد کا کھوج لگائے۔ ● اجتماع میں ملک مختلف مقامات پر توہین صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً فیصل آباد میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پتلے جلانے اور شعائر اسلامی کی توہین جیسے دلخراش واقعات پر انتہائی تشویش کا اظہار کیا گیا اور کہا گیا کہ قرآن وسنت اور اجماع امت کے خلاف طرزِ عمل اختیار کر کے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کے خلاف دریدہ دہنی کرنے والوں کے خلاف فوری قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے۔

جھلکیاں

- مجلسِ احرار اسلام پاکستان کے زیرِ اہتمام سالانہ دوروزہ تحفظِ ختم نبوت کانفرنس کے شرکاء آغاز سے ایک دن قبل ہی چناب نگر پہنچنا شروع ہو گئے۔
- سالانہ کانفرنس قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی سرپرستی اور دعاؤں سے شروع ہوئی۔
- احرار کے مرکزی رہنما حافظ محمد عابد مسعود ناظم اجتماع، مولانا محمد مغیرہ، صوفی نذیر احمد اور مولانا تنویر الحسن نقوی اُن کے معاون تھے جنھوں نے کانفرنس کے آغاز سے اختتام تک اپنے فرائض بخوبی انجام دیئے۔
- گاڑیوں کی صورت میں پہنچنے والے قافلوں کے شرکاء نے احرار کی مخصوص وردی، سرخ قمیض اور سفید شلوار زیب تن کر رکھی تھی۔
- چناب نگر میں کئی مقامات پر تحریکِ ختم نبوت کے مطالبات پر مشتمل دیدہ زیب بینروں کے ساتھ ساتھ قادیانیوں کی سرگرمیوں کے سدِ باب کے حوالے سے مطالبات والے بینرز بھی آویزاں تھے۔
- کانفرنس کے مقررین نے اپنی تقاریر میں عقیدۂ ختم نبوت کی بنیادی اہمیت اور منصبِ نبوت کی عظمت پر سیر حاصل گفتگو کی اور قادیانی اعتراضات کے جوابات بھی دیئے۔
- اندرونِ اور بیرونِ ملک میں منکرینِ ختم نبوت کی قابلِ اعتراض سرگرمیوں سے سامعین کو مطلع کیا گیا اور اُن کی بعض ''آف دی ریکارڈ'' حالیہ سازشوں کی بھی جزوی نشاندہی کی گی۔
- مجلس احرار کے قادیان میں فاتحانہ داخلے ۱۹۳۴ء سے مسجد احرار چناب نگر کی بنیاد اُٹھانے ۱۹۷۶ء تک کی تاریخ کو بار بار مقررین نے تقاریر میں دہرایا۔
- اِس اجتماع میں مختلف دینی وسیاسی مکاتبِ فکر کے علماء اور دانشوروں کے ایک ہی سٹیج پر موجود ہونے سے باہمی اتحاد و یگانگت کے کئی رنگارنگ مناظر بھی دیکھنے میں آئے۔
- ۱۲؍ربیع الاول کو ظہر کی نماز کے بعد ہزاروں سرخ پوشانِ احرار کارکنوں نے قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری کی قیادت میں فقید المثال جلوس نکالا جو کہ روایتی جلوسوں کے برعکس انتہائی منظم اور پرامن تھا۔
- جلوس کے دوران مقررین نے جب قادیانیوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی تو شدتِ احساس سے سامعین

کی آنکھیں نم ہوگئیں۔

- جلوس کے شرکاء نعرۂ تکبیر، عقیدۂ ختمِ نبوت زندہ باد، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے - بڑی شان والے، فرما گئے یہ ہادی، لانبی بعدی، مجلس احرارِ اسلام زندہ باد وغیرہ جیسے نعرے لگاتے رہے۔
- کانفرنس کی پہلی نشست کا آغاز حافظ محمد طیب چنیوٹی کی تلاوتِ قرآن کریم، عبداللطیف خالد چیمہ کے افتتاحی کلمات اور جماعتِ اسلامی کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل ڈاکٹر فرید احمد پراچہ کی تقریر سے ہوا۔
- پریس کوریج کے لیے یاسر عبدالقیوم اور شاہد حمید کی نگرانی میں مستعد عملہ مسلسل کام کرتا رہا ہے اور مقامی صحافیوں کو بروقت کارروائی ملتی رہی۔
- باہر سے آنے والے قافلے پنڈال کے قریب پہنچتے تو فضا نعروں سے گونج اُٹھتی۔
- پنڈال میں عطیات کی وصولی کے لیے مستقل کیمپ قائم تھا جس سے مولانا فقیر اللہ، مولوی سید عطاء المنان اور حافظ اخلاق احمد ذمہ داریاں نبھاتے رہے۔
- پنڈال سے باہر بک سٹال موجود تھے جن پر دینی کتب خصوصاً ختمِ نبوت کے حوالے سے لٹریچر دستیاب تھا۔
- ہر تھوڑی دیر بعد احرار رہنما پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد مغیرہ، میاں محمد اویس، حافظ محمد عابد مسعود ڈوگر باہم مشورہ کرتے اور انتظامات کے حوالے سے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری کو آگاہ کرتے رہے۔
- دورانِ جلوس قائدِ احرار سید عطاء المہیمن بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ ایک ہی گاڑی میں سوار رہے۔

☆ سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد مغیرہ اور میاں محمد اویس دورانِ جلوس شرکا پر نگاہ رکھے ہوئے تھے اور سکیورٹی انچارج اشرف علی احرار کو خصوصی ہدایات دیتے رہے۔

☆ ختمِ نبوت کانفرنس کی قرار دادیں جو احرار کی پالیسی کی غمازی کر رہی تھیں ''ایوانِ محمود'' کے سامنے عبداللطیف خالد چیمہ نے پیش کیں۔

☆ کانفرنس کے شرکاء کے لیے کھانے کا وسیع انتظام کیا گیا تھا۔ جس کی نگرانی صوفی محمد نذیر، محمد ارشد چوہان، سید محمد کفیل بخاری اور میاں محمد اویس کر رہے تھے۔

☆ کانفرنس کی نقابت کے فرائض قاری محمد اصغر عثمانی، قاری محمد یوسف احرار، مولانا کریم اللہ اور دیگر رہنماؤں نے ادا کیے۔

☆ احرار کی قدیم روایات کے مطابق مختلف جماعتوں کے سرکردہ رہنماؤں نے کانفرنس میں شرکت کی۔

☆ اسلام آباد/ راولپنڈی سے علماءِ کرام اور ممتاز صحافیوں کے ایک وفد نے ممتاز صحافی سیف اللہ خالد کی سربراہی میں کانفرنس اور جلوس میں شرکت کی۔

☆　حافظ محمد اکرم احرار اور شاہد عمران عارفی نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں ہدیۂ نعت اور شہداء کے حضور منظوم خراجِ عقیدت پیش کیا تو سامعین جھومنے لگے۔

شہداء ختم نبوت کانفرنس لاہور:

لاہور (۷؍مارچ) **مجلس احرار اسلام** پاکستان کے زیر اہتمام ایک روزہ سالانہ ''**شہداء ختم نبوت کانفرنس**'' کے مقررین نے انتباہ کیا ہے کہ حکمران قادیانیوں کو آئینی حیثیت کا پابند کریں اور امتناع قادیانیت ایکٹ پر موثر عمل درآمد کراوائیں، ایوان اقتدار سے قادیانیوں کے اثر ونفوذ کو ختم کریں نیز سول اور فوج کے تمام کلیدی عہدوں سے قادیانیوں کو بلا تاخیر ہٹایا جائے۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری کی صدارت میں منعقدہ عظیم الشان کانفرنس سے مفکر اسلام علامہ ڈاکٹر خالد محمود (برطانیہ)، جامعہ اشرفیہ لاہور کے مولانا مفتی حمید اللہ جان، قائد اہل سنت و الجماعت مولانا محمد احمد لدھیانوی، مولانا پیر سیف اللہ خالد، تحریک حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کنویز مولانا امیر حمزہ، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، مولانا اکرام اللہ مجددی، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ پنجاب کے سیکرٹری مولانا ابوبکر فاروقی، مسلم لیگ (ن) کے ایم پی اے حافظ میاں محمد نعمان، صاحبزادہ امانت سول، مجلس احرار اسلام کے پروفیسر خالد شبیر احمد، عبداللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، قاری محمد یوسف احرار، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد اصغر عثمانی، سید سلمان گیلانی، شیخ حسین اختر اور متعدد دیگر مقررین نے خطاب کیا۔

سید عطاء المہیمن بخاری نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ۱۹۵۳ء میں دس ہزار فرزندانِ توحید نے اپنے مقدس خون سے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کی آبیاری کر کے ملک کو قادیانی اسٹیٹ بننے سے بچایا آج پھر اقتدار کے ایوانوں میں یہود ونصاریٰ کے ایجنٹوں قادیانیوں کے ارتدادی دائرے کو سرکاری سرپرستی میں مسلط کرنے کی کوشش ہو رہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کا حق مانگنے والے پوری انسانیت کی توہین کر رہے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور قانون تحفظ ختم نبوت کو ختم کرنے کی سازشیں کرنے والے دین و ملت سے غداری کر رہے ہیں اور ملک کو مزید انارکی کی طرف لے جانا چاہتے ہیں۔ **ڈاکٹر علامہ خالد محمود** نے کہا کہ عقیدۂ توحید اور ختم نبوت لازم وملزوم ہیں قرآن وسنت اور اجماع امت کی روشنی میں مرزا غلام قادیانی اور اس کے ماننے والے دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔ انھوں نے کہا کہ اکابر احرار نے پون صدی سے تسلسل کے ساتھ تحریک ختم نبوت کو جاری رکھ کر امت کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ کام کا دائرہ منظم بنیادوں پر پوری دنیا میں پھیلایا جائے۔ **مولانا محمد احمد لدھیانوی** نے کہا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء بھی ہیں اور خاتم المعصومین بھی۔ انھوں نے کہا کہ قرآن اور صاحب قرآن کے گواہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں، منکر صحابہ کا ہو یا ختم نبوت کا بات ایک ہی ہے۔ انھوں نے کہا کہ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے ۱۹۵۳ء میں تمام مکاتب فکر کو 'کل جماعتی مجلس عمل تحفظ ختم نبوت'' کے پلیٹ فارم پر متحد کر کے فتنہ ارتداد مرزائیہ کے قلع قمع کے لیے تاریخ ساز کردار ادا کیا آج پھر سید

عطاء اللہ شاہ بخاری کے کردار کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔ شیخ الحدیث مولانا مفتی حمید اللہ جان نے کہا کہ جنرل پرویز مشرف کی بدترین قادیانیت نوازی پر عدالتی تحقیقات ہونی چاہئیں۔ تحریک حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کنوینز مولانا امیر حمزہ نے کہا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے ختم نبوت اور حُرمت نبوت کا دفاع کیا، مرزائیوں کو انگریز سامراج نے کھڑا کیا، افغانستان میں امریکہ اور نیٹو کو عملاً شکست ہو چکی ہے کچھ وقت بعد منظر صاف ہونے والا ہے۔ مولانا اکرام اللہ مجددی، صاحبزادہ امانت رسول، مولانا شمس الرحمٰن معاویہ، پروفیسر خالد شبیر احمد، عبد اللطیف خالد چیمہ، سید محمد کفیل بخاری، مولانا محمد مغیرہ، قاری محمد یوسف احرار، قاری محمد اصغر عثمانی اور دیگر مقررین نے مطالبہ کیا کہ سول اور فوج کے کلیدی اور حساس عہدوں سے قادیانیوں کو الگ کیا جائے۔ مقررین نے الزام عائد کیا کہ ملک میں ہونے والی دہشت گردی اور فرقہ وارانہ فسادات میں قادیانی ایلیمنٹ کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ مقررین نے کہا کہ ۱۹۵۳ء کے دس ہزار شہداء ختم نبوت کا خون بے گناہی مسلم لیگ کے سر ہے اور ہم آج بھی مدعی کے طور پر موجود ہیں۔ مقررین نے کہا کہ قیامِ ملک کے بعد جب قادیانی پاکستان کے اقتدار پر شب خون مارنے کی تیاری کرنے لگے اور قادیانیوں نے بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانے کا اعلان کیا۔ وزیر خارجہ موسیو ظفر اللہ خان نے کراچی کے جلسہ عام میں اسلام کو مردہ اور احمدیت کو زندہ مذہب قرار دیا تب امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے مجلس احرار اسلام کی میزبانی میں تحریک ختم نبوت کے پلیٹ فارم پر تمام مکاتب فکر کو یکجا کیا اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے، قادیانیوں کو کلیدی عہدوں سے ہٹانے اور ظفر اللہ خان کو وزارت خارجہ کے منصب سے سبکدوش کرنے کے مطالبات حکومت کو پیش کیے۔ وقت کے حاجی نمازی اور مسلم لیگی حکمرانوں نے مسلمانوں کے جائز مطالبات تسلیم کرنے کی بجائے تحریک کو تشدد اور ریاستی قوت سے کچل دیا۔ دس سے تیرہ ہزار فرزندان توحید کے سینے گولیوں سے چھلنی ہوئے۔ سب سے زیادہ گولی ۵،۶ / مارچ کو چلی۔ لاہور کے مال روڈ اور متعدد شہروں کی سڑکوں کو خونِ شہیداں سے لالہ زار کر دیا گیا۔ پابندیوں اور جبر و استبداد کے باوجود تحریک جاری رہی اور آخر کار ۱۹۷۴ء میں اسمبلی کے فلور پر لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ انھوں نے کہا کہ دینی جماعتوں خصوصاً تحفظ ختم نبوت کے محاذ پر کام کرنے والی جماعتوں، اداروں اور شخصیات کو دنیا کے بدلتے ہوئے حالات اور عالمی منظر کو ملحوظ رکھ کر فتنہ ارتداد مرزائیہ کے تعاقب کے لیے کمر بستہ ہو جانا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ سیاسی جماعتوں کو بھی عقیدہ ختم نبوت کے سلسلہ میں اپنا کردار ادا کرنا چاہیے اور قادیانیت کی حمایت کرنے والوں کے راستے بند کرنا چاہیے۔ کانفرنس رات گئے تک جاری رہی۔ کانفرنس میں متعدد قرار دادیں بھی منظور کی گئیں جن میں مطالبہ کیا گیا کہ قیام ملک کے مقصد سے انحراف کی پالیسی ترک کی جائے، مرتد کی شرعی سزا نافذ کی جائے، اسلامی نظریاتی کونسل کے کردار کو زندہ کیا جائے، چناب نگر سمیت ملک کے تمام حصوں میں ۲۹۵۔سی کے خلاف ہرزہ سرائی بند کی جائے، چناب نگر سمیت ملک کے تمام حصوں میں امتناع قادیانیت ایکٹ پر موثر عمل درآمد کرایا جائے، چناب نگر اور اسلام آباد کے ارد گرد قادیانی جماعت کی طرف سے وسیع رقبوں کی ارتدادی مقاصد کی خرید کی تحقیقات کرائی جائیں۔ کانفرنس نے سانحہ فیصل آباد پر

تشویش کا اظہار کیا اور کہا گیا کہ مسلم لیگ (ن) کے ایک ایم این اے فرقہ واریت پھیلانے کے لیے شرانگیزی کررہے ہیں ۔ایک قرارداد کے ذریعے سنی ایکشن کمیٹی کے مطالبات منظور کرنے اور مولانا زاہد محمود قاسمی کے گھر کو جلانے قرآن پاک اور احادیث نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی توہین کے مرتکب عناصر کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کا مطالبہ کیا گیا۔

☆☆☆

فیصل آباد (پ ر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے وفاقی وزیر اقلیتی امور شہباز بھٹی کے اس بیان پر کہ ''قانون توہین رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں تبدیلی واصلاحات زیرغور ہیں'' پر شدید ردعمل ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ حکومت اپنے وزراء کو لگام دے اور دین دشمنی، قادیانیت نوازی اور توہینِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارتکاب چھوڑ دے۔ انھوں نے کہا کہ ملک کی بچی کھچی اسلامی شناخت اور مذہبی تشخص کو ختم کرنے کے لیے امریکی ایجنڈے کو آگے بڑھانے والے کان کے نہیں دل کے دروازے کھول کر سن لیں کہ نامساعد حالات کے باوجود ایک عام مسلمان کی بھی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے منصبِ رسالت وختمِ نبوت کے ساتھ بے لچک کمٹمنٹ ہے وہ اس سے کبھی دستبردار نہیں ہوسکتا۔

☆☆☆

فیصل آباد (پ ر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مرکزیہ سید عطاء المہیمن بخاری اور سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ فیصل آباد میں ایک مذہبی گروپ کی آڑ میں شرپسندوں نے جس سفاکی اور دہشت گردی کا مظاہرہ کیا ہے یہ اسلام کو بدنام اور ملک کو کمزور کرنے کی مذموم کارروائی ہے۔ایک بیان میں احرار رہنماؤں نے کہا کہ فیصل آباد کی سرکاری انتظامیہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی توہین کے مرتکبین کی حوصلہ افزائی کرکے پُرتشدد کارروائیوں کی براہ ِراست ذمہ دار ہے۔انھوں نے کہا کہ مولانا زاہد محمود قاسمی اوران کے بھائیوں کے گھروں کو لوٹ کر جلانے اور جامعہ قاسمیہ کے تقدس کو پامال کرنے والے اندوہناک سانحہ کے ذمہ داروں کی سرکاری پُشت پناہی جاری رہی تو ہولناک کشیدگی جنم لے گی۔انھوں نے مطالبہ کیا کہ ایک اعلیٰ سطحی غیر جانبدار کمیشن قائم کیا جائے جو اس سانحے اور اس کے اصل عوامل اور اسباب کی تہہ تک پہنچ کر حقیقتِ حال واضح کرے اور اصل ملزمان کو کیفرِ کردار تک پہنچایا جائے۔

☆☆☆

لاہور (پ ر) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی دفتر میں مختلف دینی جماعتوں کے رہنماؤں نے ایک مشترکہ اجلاس میں یوسف کذاب (ملعون) کے خلیفہ زید حامد کے ریکارڈ کی وضاحت کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ زید حامد ریکارڈ کے مطابق یوسف کذاب کا خلیفہ تھا۔اس نے سال ہا سال اپنے آپ کو چھپائے رکھا اور مختلف طبقات میں رسوخ حاصل کیا۔وہ دجل تلبیس کے ساتھ کفر وارتداد پھیلا رہا ہے اور اسلام اور جدیدیت کے لبادے میں نوجوان نسل کو گمراہ کررہا ہے۔مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات قاری محمد یوسف احرار مرکزی نائب ناظم میاں محمد

اویس تحریک طلبا اسلام کے مرکزی رہنماء قاضی محمد سلیمان اور دیگر رہنماؤں نے مطالبہ کیا ہے کہ حکومت ۲۳؍ مارچ کو مینار پاکستان کے قریب زید حامد کے مجوزہ اجتماع پر بلا تاخیر پابندی کا اعلان کرے ورنہ لا اینڈ آڈر کا مسئلہ بنا تو ذمہ داری سرکاری انتظامیہ اور زید حامد کو سپانسر کرنے والے خفیہ پر عائد ہوگی۔

۱۹۷۳ء کے اصل آئین کی بحالی کے نام پر تحفظ ختم نبوت اور تحفظ ناموسِ رسالت کے قوانین ختم نہیں کرنے دیں گے: عبداللطیف خالد چیمہ

اوکاڑہ (۲۲؍ مارچ) تحریک ختم نبوت کے رہنما اور مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا ہے کہ آئینی اصلاحات یا ۱۹۷۳ء کے آئین کی اصلی حالت میں بحالی کے نام پر دستور سے تحفظ ناموسِ رسالت (صلی اللہ علیہ وسلم) اور تحفظ ختم نبوت جیسے قوانین کو غیر مؤثر یا ختم نہیں کرنے دیا جائے گا۔ حکمران امریکی تسلط کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ ڈرون حملوں کا دائرہ بڑھتا جا رہا ہے۔ تمام دینی و سیاسی قوتوں کو ملکی وحدت کی بقاء اور خودمختاری کے دفاع و تحفظ بلکہ بحالی کے لیے جرأت کے ساتھ آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ اوکاڑہ میں صحافیوں سے ایک ملاقات میں انھوں نے کہا کہ دینی مدارس کے خلاف اقدامات اور پروپیگنڈہ اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کی طویل دورانیے والی خطرناک سازش کا حصہ ہے۔ انھوں نے کہا کہ دینی جماعتیں اور مذہبی رہنما خود دہشت گردی کا شکار ہیں۔ ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کو منہدم کرنے کی پوری کوشش ہو رہی ہے۔ بھٹو مرحوم نے لاہوری و قادیانی مرزائیوں کو اسمبلی کے فلور پر غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ بھٹو نے اڈیالہ جیل میں زندگی کے آخری ایام اسیری کے دوران کہا کہ ''قادیانی پاکستان میں وہی مرتبہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو یہودیوں کو امریکہ میں حاصل ہے۔'' انھوں نے کہا کہ موجودہ پیپلز پارٹی اور اُن کی حکومت بھٹو مرحوم کے تحفظ ختم نبوت کے کردار سے انحراف بلکہ غداری کر رہی ہے۔ آئین کی اسلامی دفعات کے خلاف قادیانی اور حکمران پروپیگنڈے میں مصروف ہیں۔

عبداللطیف خالد چیمہ نے کراچی میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے رہنما مولانا سعید احمد جلال پوری اور ان کے ساتھیوں کے مقدمۂ قتل میں نامزد ملزم زید حامد کی وضاحت کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ ریکارڈ کے مطابق زید حامد (زید زمان) یوسف کذاب کا خلیفہ رہا اور اس پر مقدمہ کی پیروی کرتا رہا۔ یوسف کذاب کے بعد وہ منظر سے ہٹ کر مختلف طبقات میں رسوخ حاصل کرتا رہا۔ اب وہ اپنے کفر و ارتداد کو چھپا کر قادیانیوں کی طرح دجل کر رہا ہے۔ خالد چیمہ نے کہا کہ زید حامد اسلام اور جدیدیت کے لبادے میں نوجوان نسل کو گمراہ کر رہا ہے۔ حکومت کو چاہیے کہ ۲۳؍ مارچ کو مینارِ پاکستان کے قریب زید حامد کے مجوزہ پروگرام کو روکے۔ بصورت دیگر اشتعال پیدا ہوگا۔

ایک سوال کے جواب میں انھوں نے کہا کہ یوسف کذاب اجرائے نبوت کا قائل تھا اور تمام مکاتبِ فکر نے مل کر یوسف کذاب کے فتنے کا تعاقب کیا۔ زید حامد اسی فتنے کا تسلسل ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اسے بھی ہر محاذ پر منہ کی کھانا پڑے گی۔ انھوں نے کہا کہ زید حامد مرزائیوں والی تاویلوں کا سہارا لینے کی بجائے کھل کر یوسف کذاب کے کفر کی

تصدیق کرے نیز خود اپنے سابقہ عقائد سے رجوع کر کے قرآن وسنت اور اجماعِ امت کی روشنی میں مسلمان ہونے کا صدق دل سے اعلان کرے ورنہ سب دھوکا ہے۔ انھوں نے مطالبہ کیا کہ مولانا سعید احمد جلال پوری، مولانا عبدالغفور ندیم اور ان کے رفقاء کے قاتلوں کو بلا تاخیر گرفتار کیا جائے۔ صدر مجلس احرار اسلام اوکاڑہ شیخ نسیم الصباح، جناب محمد سرور، جناب سعید، جناب لیاقت علی، جناب چودھری خالد علی، جناب چودھری منیر احمد، جناب عیش محمد رضوان اور شیخ مظہر سعید نے بھی کراچی میں علماء کے قاتلوں کی گرفتاری اور انھیں عبرتناک سزا دینے کا مطالبہ کیا۔

☆☆☆

قادیانی خاتون کا قبولِ اسلام

تصدیق نامہ قبولِ اسلام

تصدیق کی جاتی ہے کہ مسمّاۃ رضوانہ بنت غلام رسول سکنہ نویسر روڈ، میر پور خاص، آزاد کشمیر نے اپنی رضا ورغبت سے دین اسلام قبول کیا ہے۔ وہ مرزائیت سے متنفر ہے اور مرزا قادیانی کو اس کے تمام دعووں میں جھوٹا سمجھتی ہے۔ اس نے کسی خوف یا لالچ کے بغیر دین اسلام قبول کیا ہے۔

مشتاق احمد

انچارج درجہ تخصص فی ردّ القادیانیہ

ادارہ مرکزیہ دعوت وارشاد چنیوٹ

بیان

میں مرزائیت کو جھوٹا مذہب سمجھتی ہوں اور اپنی مرضی سے دین اسلام قبول کرتی ہوں۔

رضوانہ غلام رسول

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
محمد رمضان عثمانی	اللہ بخش	عقیل احمد ذاکر

☆☆☆

ادارہ

مسافرانِ آخرت

گزشتہ تین ماہ میں ہمارے بہت سے کرم فرما اور مہربان رحلت فرما گئے۔ سید ذوالکفل بخاری رحمہ اللہ کی یاد میں سہ ماہی اشاعتِ خاص کی وجہ سے انتقال فرما جانے والے حضرات وخواتین کی اطلاع شائع ہونے سے رہ گئی۔ ذیل میں تمام مرحومین کے اسماء درج کیے جا رہے ہیں۔ قارئین سے درخواست ہے کہ حسبِ سابق سب کے لیے ایصالِ ثواب اور دعاءِ مغفرت کا اہتمام فرمائیں۔ قائد احرار، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، جناب عبداللطیف خالد چیمہ اور سید محمد کفیل بخاری تمام مرحومین کے لیے دعاءِ مغفرت اور لواحقین سے اظہارِ تعزیت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کی مغفرت اور درجات بلند فرمائے۔ پسماندگان کو صبرِ جمیل عطاء فرمائے۔ (آمین)

- قائد خاکسار تحریک جناب حمید الدین المشرقیؒ (لاہور) ۱۰؍ جنوری ۲۰۱۰ء
- دار العلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے قدیم کارکن بھائی محمد رمضان کے والد گرامی غلام قادرؒ، ۲۰؍ جنوری ۲۰۱۰ء
- مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب ناظم، مسجد احرار چناب نگر کے خطیب مولانا محمد مغیرہ کی والدہ ماجدہؒ
- مدرسہ ختم نبوت مسجد احرار چناب نگر کے منتظم عمومی حافظ محمد علی کی والدہ ماجدہؒ
- حافظ کفایت اللہ مرحوم (شہلی غربی، حاصل پور) کی والدہ ماجدہؒ
- ماہنامہ ''نقیبِ ختم نبوت'' کے سرکولیشن منیجر محمد یوسف شاد کے والد ماجد صوفی نور محمدؒ
- دار العلوم ختم نبوت چیچہ وطنی کے سابق طالب علم محمد احسنؒ (پی ٹی الطاف الرحمٰن کے بیٹے) ۲۰؍ جنوری ۲۰۱۰ء
- مجلس احرار اسلام چیچہ وطنی کے قدیم معاون حافظ محمد نعیم کی والدہ ماجدہؒ
- ہمارے دیرینہ کرم فرما چودھری افتخار علی پوسوال (چیچہ وطنی) کے چھوٹے بھائی طاہر محمودؒ
- ممتاز محقق ومصنف جناب حکیم محمود احمد ظفر (سیالکوٹ) کے نومولود پوتے
- چیچہ وطنی کے احرار کارکن جناب سعید احمد عارفی کے بہنوئی حافظ محمد عامرؒ، ۳؍ جنوری ۲۰۱۰ء (عارف والا)
- جناب ذوالفقار علی مرحوم (المعروف خواجہ صاحب) چیچہ وطنی میں احرار کے قدیم معاون ۸؍ جنوری ۲۰۱۰ء
- چودھری محمد عاطف وینس کی والدہ ماجدہؒ (جناب محمد عباس نجمی کی تائی صاحبہ) چیچہ وطنی، ۱۰؍ جنوری ۲۰۱۰ء
- عرفان اشرف چیمہ (لندن) کے عزیز ڈاکٹر محمد انور (چشمہ، کندیاں) کی اہلیہؒ، ۱۰؍ جنوری ۲۰۱۰ء
- حاجی عبدالرزاق ڈوگر (چیچہ وطنی) کی ہمشیر صاحبہؒ (احرار کے مرکزی ڈپٹی سیکرٹری اطلاعات حافظ محمد عابد مسعود کی پھوپھی صاحبہ)، ۲۳؍ دسمبر ۲۰۰۹ء

- قاری عبدالہادی مرحوم: انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے مرکزی نائب امیر قاری شبیر احمد عثمانی (چناب نگر) کے چھوٹے بھائی، ۱۷؍جنوری ۲۰۱۰ء ● پروفیسر محمد اقبال جاوید (گوجرانوالہ) کی بیٹی اور عمر عثمان ہاشمی کی بھانجی مرحومہ
- جناب پروفیسر مشتاق احمد خان کیانی (لندن) کی ہمشیر اور اعظم خان (کراچی) کی والدہ ماجدہ، انتقال: ۳۰؍مارچ ۲۰۱۰ء (لاڑکانہ)
- عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت ساہیوال کے رہنما محمد اسلم بھٹی کے والد گرامیؒ
- مجلس احرار اسلام ملتان کے ناظم نشر و اشاعت شیخ حسین اختر لدھیانوی کی بہو اور شیخ عابد حسین کی اہلیہؒ، ۵؍فروری ۲۰۱۰ء
- ماسٹر سعید احمد انصاری (مخدوم رشید) کی جواں سال دخترؒ، ۱۶؍فروری ۲۰۱۰ء
- ماسٹر عبداللطیف رحمہ اللہ: ملتان (سید ذوالکفل بخاریؒ اور سید محمد کفیل بخاری کے استاد)
- مجلس احرارِ اسلام ملتان کے کارکن محمد عاطف کی خوش دامن صاحبہ، ۲۱؍جنوری ۲۰۱۰ء

دعاءِ صحت

- جناب محمد اسلم سندھو (لاہور) ● جناب محمد یوسف (فضل سوئیٹس ساہیوال) ● والدہ محترمہ، محمد فرحان الحق حقانی (ملتان)

قارئین سے دعاءِ صحت کی درخواست ہے۔ (ادارہ)

☆☆☆

''عینک فریمی''......ضروری تصحیح

''نقیبِ ختم نبوت'' کی اشاعتِ خاص جنوری، فروری، مارچ ۲۰۱۰ء کے صفحہ ۲۴۹ پر حافظ طاہر محمود کا مضمون بعنوان ''جناب عینک فریمی'' شائع ہوا ہے۔ ''نقیب'' میں ہلکے پھلکے طنز و مزاح کا مستقل کالم ''زبان میری ہے بات اُن کی'' پہلے عینک فریمی اور آج کل ساغر اقبالی کے نام سے شائع ہوتا ہے۔ حافظ صاحب کو سہو ہوا کہ ''عینک فریمی'' ذوالکفل بخاریؒ ہیں۔

اصل صورتِ حال یہ ہے کہ ایک طویل عرصہ تک یہ کالم عینک فریمی کے نام سے چھپتا رہا۔ لیکن اسلام آباد سے ہمارے بزرگ اور کرم فرما جناب عبداللطیف الفت نے ایک مضمون میں یہ راز منکشف کیا کہ عینک فریمی دراصل مرزا نذیر احمد کا قلمی نام تھا۔ جو ممتاز مزاح گو شاعر تھے۔ اُن کی مزاحیہ شاعری اور سوانحی حالات ''نقیبِ ختم نبوت'' کے شمارہ اگست ۲۰۰۸ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

''زبان میری ہے بات اُن کی'' ہمارے بزرگ دوست اور قلمی معاون جناب حبیب الرحمٰن بٹالوی لکھتے ہیں۔ عینک فریمی کے تعارف کے بعد انھوں نے یہ نام ترک کر کے ساغر اقبالی کا قلمی نام تجویز کر لیا۔ قارئین تصحیح فرمالیں۔ (ادارہ)

بیاد شہداء تحریک مقدس تحفظِ ختمِ نبوتؐ **1953**

سالانہ تحفظِ ختمِ نبوت کانفرنس

۱۱ اپریل 2010ء
اتوار بعد نماز عشاء

مدرسہ محمودیہ معمورہ
ناگڑیاں، ضلع گجرات

زیرِ صدارت

ابن امیر شریعت
حضرت پیر جی
امیر مجلس احرار اسلام پاکستان

سیّد عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام ناگڑیاں 0301-6221750

بیاد **شہداءِ تحریکِ مقدس تحفظِ ختمِ نبوتؐ** **1953**

سالانہ تحفظِ ختمِ نبوت کانفرنس

29 اپریل 2010ء

جمعرات بعد نماز عشاء

دارِ بنی ہاشم

مہربان کالونی ملتان

زیرِ صدارت

امیر مجلس احرارِ اسلام پاکستان

ابن امیر شریعت حضرت پیرجی

سید عطاء المہیمن بخاری

دامت برکاتہم

جس میں جید علماء کرام سیاسی رہنما اور دانش ور خطاب فرمائیں گے

قائد احرار سید عطاء المہیمن بخاری مدظلہ 30 اپریل 2010ء ایک بجے مسجد ختم نبوت دار بنی ہاشم میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمائیں گے

تحریک تحفظِ ختمِ نبوت (شعبہ تبلیغ) مجلس احرارِ اسلام ملتان

061 -4511961
0300-6326621
0300-6385277
0301-7181267

ہمدرد
صُدوری
Tough on Cough
کھانسی خشک ہو یا بلغمی، صُدوری اپنے نباتاتی اجزاء
کی بدولت فوری اثر دکھاتی ہے اور سینے کی جکڑن دور
کر کے کھانسی کی تکالیف سے مکمل نجات دلاتی ہے۔
FOR COUGH & COLD
Suduri®
Hamdard
Manufactured by: Hamdard Laboratories (Waqf) Pakistan
صُدوری
ہمدرد
ہمدرد لیبارٹریز (وقف) پاکستان
شوگر فری میں بھی

CARE کئیر
PHARMACY فارمیسی

Trusted Medicine Super Stores

سلیمی چوک
اعوان پلازہ
041-8540064

مدینہ ٹاؤن
سوساں روڈ
041-8543127

اقبال سٹیڈیم
بالمقابل سندباد
041-2605733

جناح کالونی
گلبرگ روڈ
041-2642833

فیصل آباد میں
پانچ برانچز
الحمدللہ

گلستان کالونی
نزد عزیز فاطمہ ہسپتال
041-2004509

اصلی اور معیاری ادویات کی مکمل ورائٹی کے ساتھ آپ کی خدمت کے لیے 24 گھنٹے کھلی ہیں

مستند کمپنیوں کی گارنٹیڈ ادویات کی مکمل رینج

سول یا الائیڈ ہسپتال جانے کی ضرورت نہیں فیصل آباد کا سب سے بڑا میڈیکل سٹور اب آپ کے علاقہ میں آپ کی خدمت کے لیے

ادویات کو قبل از وقت خراب ہونے سے بچانے کے لیے طبی معیار کے عین مطابق ائیر کنڈیشنڈ اور محفوظ صحت بخش ماحول

بجلی کے شدید بحران میں 24 گھنٹے جنریٹر کی سہولت کے ساتھ صرف کیئر فارمیسی پر ممکن ہے

Head Office: 1-Saint Mary's Park, Gulberg III, Lahore